قیمت:پانچ روپے Rs.5/-

رمضان المبارک کے روح پرور موقع پر

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی

کا

قرآن کریم نمبر

ترتیب و پیشکش

محمد سالم جامعی

جلد: ۳۵
شمارہ: ۱۴
۸تا۱۴؍اپریل۲۰۲۲ء — ۶؍تا۱۲؍رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ
Year-35 Issue-14 8 - 14 April 2022 Page 16
قیمت پانچ روپے

اندر پڑھئے

- قرآن کریم کی تلاوت کے آداب واحکام ص۲
- قرآن کریم کے قدیم ونادر نسخے ص۵
- رمضان المبارک اور عظمتِ قرآن کریم ص۸
- شب قدر: سورۃ القدر کے آئینے میں ص۱۰
- انسان اور معرفتِ رب کا تصور: قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ص۴
- قرآن کریم سے ہمارا تعلق کیسا ہونا چاہئے؟ ص۶
- دوسرے مذاہب کی محترم شخصیتوں کا احترام اور قرآن کریم ص۹
- قرآن کریم میں دھوپ اور سایہ کا ذکر اور سائنسی تحقیقات ص۱۲

قرآن کریم کی تلاوت کے آداب واحکام

تحریر:
مولانا آصف
تنویر تیمی

قرآن کریم کا رمضان سے بڑا گہرا تعلق ہے۔اسی ماہ رمضان کے عشرۂ اخیر کی طاق راتوں میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔'' (البقرہ:۱۸۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر مہینوں کے بالمقابل اس ماہ میں قرآن کی تلاوت کا زیادہ اہتمام کرتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک باحیات رہے جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کو دہراتے رہے بلکہ جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال دو مرتبہ قرآن کا مراجعہ کیا۔آپ نے صحابہ کے ساتھ قیام اللیل کیا تاکہ زیادہ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کی جا سکے، اس وقت سے آج تک قیام اللیل کی سنت باقی ہے اور دنیا کے سارے مسلمان رمضان کی راتوں میں اس کا اہتمام تراویح کے نام سے کرتے ہیں جس کی فضیلت سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان اور اجر و ثواب کی امید کے ساتھ رمضان کا قیام کیا اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔'' (بخاری)

ایک بندہ مومن جس طرح رمضان میں تلاوت قرآن کا اہتمام کرتا ہے اسی طرح سال کے دیگر اوقات میں بھی اپنے آپ کو قرآن کی تلاوت میں مگن رکھتا ہے۔نماز ہو یا غیر نماز اس کی زبان اللہ کے کلام سے تر رہتی ہے اور یہ اللہ کی کتاب کا بھی ہم پر حق ہے کہ ہم ہمیشہ اس کی تلاوت کرتے رہیں، اس لئے کہ اس کی تلاوت سے ہمارے دل پر جمے گناہ دُھل جاتے ہیں، ایمان و یقین کی چادر چڑھ جاتی ہے اور عمل صالح کی محبت دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔

اگر ہم اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن کریم کی تلاوت کو لازم پکڑنا چاہیے۔اس کے معانی ومفاہیم پر غور کرنا چاہیے، اس لئے کہ قرآن کریم کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں جو بندے کو رب سے زیادہ قریب کر سکے، ساتھ ہی ذہن میں رہے کہ تلاوتِ قرآن اللہ کی عبادتوں میں سے ایک اہم ترین عبادت بھی ہے اور ہر عبادت کے کچھ خاص تقاضے ہوتے ہیں جن کو بروئے کار لانا ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ تلاوتِ قرآن کے بھی چند آداب واحکام ہیں جن کو جاننا اور عمل کرنا ہمارے لئے ضروری ہے تاکہ ہم اللہ رب العزت کے اجر عظیم کے حق دار بن سکیں، خاص طور سے اس مبارک ماہ میں جس میں ہر نیکی کا اجر کئی گنا ہو جاتا ہے۔ذیل میں تلاوت قرآن کریم کے چند آداب قلمبند کئے جاتے ہیں:

۱. **اخلاص نیت:** قرآن پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ مخلص ہو، اس کی نیت درست ہو، تلاوت کے پیچھے سوائے اجر وثواب کے کوئی دنیاوی غرض نہ ہو اور دین داری کا مظاہرہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یقیناً ہم نے اس کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے، پس آپ اللہ ہی کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔خبردار! اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے۔'' (الزمر:۲-۳) امام نووی رحمہ اللہ قرآن پڑھنے کے آداب سے متعلق لکھتے ہیں: قرآن پڑھنے کا مقصد دنیاوی مال و اسباب، اثر ورسوخ، معاصرین پر سبقت، لوگوں کی تعریف وتوصیف اور لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف پھیرنا ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔'' (التبیان فی آداب حملۃ القرآن، ص۱۸-۱۹)

۲. **قرآن پر عمل:** آج کا سب سے بڑا المیہ قرآنی احکام پر عمل نہ کرنا ہے۔قرآن کی تلاوت رمضان اور غیر رمضان میں تو کر لیتے ہیں لیکن قرآن کے نزول کا جو اصلی مقصد عمل ہے اس کو ہم اپنی زندگی میں نہیں اتار پاتے۔قرآن پڑھنے کا اثر ہماری عملی زندگی پر بھی ہونا چاہیے۔قرآن نے جن امور کو حلال قرار دیا ہے ہم ان کو حلال سمجھیں، جن امور کو حرام ٹھہرایا ہے ہم ان کو حرام گردانیں، منہیات سے رُک جائیں اور اوامر کی بجا آوری کریں۔محکم (واضح) آیتوں پر عمل کریں، متشابہات پر ایمان رکھیں اور قرآن کریم میں جو حدود و قیود بتائے گئے ہیں ہم اس کی پاسداری کریں۔

احادیث میں ان لوگوں کے تئیں شدید وعید آئی ہے جو قرآن کریم پر عمل نہیں کرتے۔سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب والی طویل حدیث کو بیان کیا ہے، جس میں اس شخص کے انجام بد و بیان کیا گیا ہے جس کو اللہ نے قرآن کا علم عطا کیا، رات میں سویا اور صبح اس پر عمل نہیں کیا، ایسے شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا ہے۔واضح رہے کہ نبیوں کا خواب سچا ہوتا ہے۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں، صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المشرکین، حدیث نمبر ۱۳۸۶)

۳. **قرآن کی تعظیم:** قاری کو تلاوت کرتے وقت قرآن کی عظمت کا احساس ہونا چاہیے۔وہ یہ تصور کرے کہ اس کی گفتگو اللہ تعالیٰ سے ہو رہی ہے۔چنانچہ ایسی تمام حرکتوں سے بچے جو رب تعالیٰ کی گفتگو کے منافی ہو۔جیسے ہنسنا، بات چیت کرنا، بے جا حرکت کرنا، ایسی چیز کی طرف دیکھنا جو آدمی کو مشغول کر دے، یا ایسی چیز کو دیکھا جو نا جائز ہو۔

افسوس ان لوگوں پر جن کے ہاتھ میں مصحف (قرآن مجید کا نسخہ) ہوتا ہے۔زبان پر آیتیں ہوتی ہیں مگر دل و دماغ حاضر نہیں ہوتا ہے۔توجہ کبھی اِدھر جاتی ہے کبھی اُدھر، حد تو اس وقت ہوتا ہے جب مصحف کی بے حرمتی ہوتی ہے، جیسے تیسے فرش پر رکھ دیا جاتا ہے، اس کے اوپر سے چھلانگ لگائی جاتی ہے، بچوں کو تھما دیا جاتا ہے، وہ پھینک پھانک دیتے اور نا علمی میں اس کے اوراق کو پھاڑ دیتے ہیں۔قرآن کریم کو لگن و دلجمعی سے تلاوت کرنے کے بعد کسی ایسی اونچی جگہ پر رکھنا چاہیے جہاں وہ محفوظ رہے اور توہین نہ ہو سکے۔

۴. **پاک وصاف اور باوضو ہو کر تلاوت کریں:** قرآن کریم کی تلاوت صاف ستھرا اور باوضو ہو کر کی جائے، یہ بھی قرآن کریم کی تعظیم میں داخل ہے۔ابوجہیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بئر جمل کی طرف سے آئے، راستے میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی، اس نے سلام کیا، آپ نے اس کا جواب نہیں دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کے پاس آئے، تیمّم کیا پھر اس شخص کے سلام کا جواب دیا۔'' (صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب التیمم فی الحضر، حدیث نمبر ۳۳۷) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرد سلام کا جواب بلا وضو اور تیمّم کے دینا مناسب نہیں سمجھا تو آپ بدرجہ اولیٰ قرآن کریم کی تلاوت ناپاکی کی حالت میں نہ کرتے ہوں گے۔اس لئے بھی کہ قرآن کی تلاوت سب سے بڑا ذکر ہے۔

مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اس دوران آپ استنجا کر رہے تھے، انہوں نے سلام کیا، آپ نے جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ وضو بنایا اور معذرت کرتے ہوئے فرمایا: میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ بلا وضو کے اللہ کا ذکر کروں۔'' (سنن ابوداؤد، علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، ملاحظہ کریں صحیح سنن ابوداؤد، حدیث نمبر ۱۳)

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص ناپاکی کی حالت میں بھی قرآن پڑھے تو اس کے جواز پر اہل علم کا اجماع ہے اور اس کے جواز پر بھی ڈھیروں حدیثیں ہیں، یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ناپاکی کی حالت میں تلاوت کرنے والے شخص نے مکروہ عمل کا ارتکاب کیا لیکن اتنا ضرور ہے کہ ایسا شخص افضل کا تارک شمار ہوگا۔(التبیان فی آداب حملۃ القرآن، ص۹۷)

۵. **مناسب اوقات کا انتخاب:** اس میں دو رائے نہیں کہ قرآن کریم کی تلاوت سارے اوقات میں جائز ہے۔کسی بھی وقت میں تلاوت مکروہ نہیں لیکن کچھ بابرکت اوقات ہیں جن میں تلاوت قرآن کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔اس لحاظ سے دورانِ نماز قرآن کی تلاوت سب سے افضل اور متبرک ہے، پھر رات کے آخری پہر میں، جس کو ہم سحری کا وقت کہتے ہیں، پھر علی الاطلاق رات کی تلاوت، پھر فجر اور صبح کی تلاوت، اس کے بعد دن کے سارے وقتوں کی تلاوت۔

جو جس قدر تلاوت قرآن کرے گا، اسی قدر اس کے اجر وثواب میں اضافہ ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص ذرہ برابر بھلائی کرے گا (قیامت میں) اسے (اپنی آنکھوں سے) دیکھے گا۔'' (الزلزلہ:۷) اگرچہ بعض اوقات میں تلاوت کرنا زیادہ بہتر ہے جیسا کہ گزرا، اس کا ہرگز یہ مطلب نہ نکالا جائے کہ انہیں اوقات میں تلاوت ہو اور بقیہ وقتوں کو نظر انداز کر دیا جائے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دیگر اوقات کے علاوہ ان اوقات میں تلاوت کو خصوصی اہمیت دی جائے۔

مصروفیت کے اس دور میں جبکہ ضروری اور غیر ضروری طور پر ہر شخص مصروف نظر آتا ہے، ہر مسلمان کو قرآن کی تلاوت کے لئے وقت نکالنا چاہیے۔اس زمانے میں تلاوت کرنا اور سننا پہلے کے مقابلے میں زیادہ آسان ہے۔انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے نیکی اور ثواب کے کام کو بھی بہت آسان کر دیا ہے بشرطیکہ آدمی برائی سے دور اور نیکی سے قریب ہونا چاہے۔

۶. **مناسب جگہ کا انتخاب:** بہتر ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کے لئے صاف ستھری جگہ کا انتخاب کیا جائے۔اہل علم کی ایک جماعت نے مسجد میں تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے۔اگر آدمی تلاوت کے لئے اپنے گھر کے کسی پرسکون گوشے کو خاص کر لے تو بھی بہتر ہے، تاکہ شور شرابے سے دور ہو کر قرآن پڑھ سکے۔امام قرطبی رحمہ اللہ آدابِ تلاوت کے ضمن میں لکھتے ہیں: بازار، کھیل تماشے کی جگہوں، بیوقوفوں کے مجمع میں قرآن نہ پڑھا جائے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کی تعریف فرمائی ہے جو کم عقلوں کے درمیان سے باعزت طریقے سے گزر جاتے ہیں، فرمایا: اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔ (الفرقان:۷۲) جب حکم ذاتی طور پر دیا گیا ہے تو بدرجہ اولیٰ جب آدمی قرآن کریم اور تلاوت کے ساتھ ہو تو اسے شرافت کا مظاہرہ کرنا چاہیے، بلکہ ایسی صورت میں تلاوت نہ کرنا اولیٰ ہے۔'' (التذکار فی افضل الاذکار، ص۱۸۴-۱۸۵)

راستے اور سواری پر تلاوت جائز ہے بشرطیکہ قاری کو مشغول کرنے والی کوئی چیز نہ ہو۔ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری پر سورۃ الفتح کی تلاوت کرتے دیکھا (صحیح بخاری، کتاب الفضائل القرآن، باب القرأۃ علی الدابۃ، حدیث نمبر ۵۰۵۳)

دورانِ سفر تلاوت سنت ہے۔اس سنت کو ہمیں زندہ کرنا چاہیے۔آج ہم گھنٹوں کا سفر بلا تلاوت اور ذکر واذکار کے گذار دیتے ہیں جو کہ مناسب نہیں۔بعض حضرات تو دورانِ سفر فرض نمازوں کو بھی معمولی بہانہ بنا کر ترک کر دیتے ہیں، ایسے لوگوں کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔آج کل کا سفر بھی پہلے کے مقابلے بہت ہی آسان ہے جیسا کہ ہمارے مشاہدے میں ہے۔

۷. **بہتر طریقہ سے قبلہ رو بیٹھنا:** قاری مناسب پوزیشن اور ہیئت کے ساتھ بیٹھے، ایسا لگے کہ وہ اللہ کی عبادت کے لئے بیٹھا ہے، اور خشوع وخضوع بھی اس کی شخصیت سے آشکارا ہو۔اور جب آدمی بہتر طریقے سے تلاوت کرتا ہے تو دل بھی تلاوت کی طرف زیادہ آمادہ ہوتا ہے۔امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: قاری کے لئے مستحب ہے کہ اگر وہ نماز میں نہ ہو تو کھڑے ہو کر تلاوت کرے، ٹیک نہ لگائے۔(الکلمات الحسان، ص۲۰۳)

ویسے کسی طرف رخ کر کے تلاوت کی جاسکتی ہے مگر بہتر رخ قبلہ ہے، اس لئے کہ عبادت گزار، دعا گزار اور اللہ کی قربت کے متلاشی اسی رخ کو اختیار کرتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسی رخ کو اختیار کرنے کی تاکید کی ہے:''اب ہم آپ کو اس قبلہ کی جانب متوجہ کریں گے جس سے آپ خوش ہو جائیں، آپ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں۔'' (البقرہ:۱۴۴)

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: قبلہ رو ہو کر تلاوت کی جائے یہ اولیٰ ہے، ویسے کھڑے ہو کر، لیٹ کر کسی بھی حال میں تلاوت کی جائے تو جائز ہے۔'' (التبیان فی آداب حملۃ القرآن ص۱۰۴) اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے ہو کر اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں۔'' (آل عمران:۱۹۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:''نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں ٹیک لگاتے تھے حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی اور وہ قرآن بھی پڑھتے تھے۔'' (صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب الاضطجاع مع الحائض فی لحاف واحد، حدیث نمبر ۳۰۱) اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام احوال میں تلاوت کیا کرتے تھے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بارے میں کہتی ہیں:''میں اپنے بستر پر لیٹے لیٹے (قرآن کا) ایک حزب پڑھ لیتی ہوں۔'' (رواہ الفریابی فی فضائل القرآن، ص۲۳۰)

۸. **تلاوت سے قبل مسواک کرنا:** تلاوت کرنے والا کلام پاک کے ادب کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے مسواک کر لے تو زیادہ بہتر ہے، اس سے منہ کی صفائی اور رب کی خوشنودی بھی حاصل ہوتی ہے۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:''نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قیام اللیل کے لئے بیدار ہوتے تو مسواک سے اپنے منہ کی صفائی کرتے۔'' (صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب السواک، حدیث نمبر ۲۴۵) اور علی رضی اللہ عن کا قول ہے:''تمہارا منہ قرآن کا راستہ ہے، اسے مسواک کے ذریعہ صاف کر لو۔'' (رواہ ابن ماجہ وصححہ الالبانی، حدیث نمبر ۲۹۱)

۹. **تلاوت سے قبل اعوذ باللہ پڑھنا:** قاری کے لئے تلاوت سے قبل اعوذ باللہ پڑھنا مسنون ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''قرآن پڑھنے کے وقت راندے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔'' (النحل:۹۸) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ حکم دیا ہے کہ وہ قرآن پڑھنے سے قبل اعوذ باللہ پڑھ لیا کریں، یہ مسنون ہے واجب نہیں، اور اس امر پر اجماع ہے کہ استعاذہ قرآن کریم کی آیت نہیں ہے اور تلاوت سے قبل اعوذ باللہ پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ شیطان قاری کو پریشان یا اس کو قرآن پر غور وفکر کرنے سے نہ روکے۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بیدار ہوتے تو تین بار تکبیر کہنے اور تہلیل کرنے کے بعد اعوذ باللہ بھی پڑھتے، ساتھ ہی دیگر وظائف بیان کرتے۔ (سنن ابوداؤد، وصححہ الالبانی، حدیث نمبر ۷۷۵)

اعوذ باللہ کا پڑھنا قرآن کریم کی تلاوت سے قبل مشروع ہے۔بعض لوگ حدیث، پند و نصیحت اور اس طرح دیگر مناسبات سے قبل پڑھتے ہیں، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔امام ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ تلاوت سے قبل استعاذہ کرنا اس بات کا پیغام ہوتا ہے کہ اس کے بعد آنے والی چیز قرآن ہے، اس لئے کسی اور کے کلام سے قبل استعاذہ کرنا مشروع نہیں، جب سامع استعاذہ سنتا ہے تو وہ اس کے بعد کلام اللہ کے سننے کے لئے مستعد ہو جاتا ہے (اغاثۃ اللهفان من مصاید الشیطان، ۹۲-۱)

۱۰. **بسم اللہ پڑھنا:** اس کے سنت ہونے کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت ہے، کہتے ہیں: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تھے، ہلکی پلک جھپکی، پھر مسکراتے ہوئے انہوں نے سر اٹھایا، ہم لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کے مسکرانے کی وجہ کیا ہے؟ کہا: ابھی میرے اوپر ایک سورت نازل ہوئی، پھر بسم اللہ کے بعد انہوں نے سورۃ الکوثر کی تلاوت کی۔(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب حجۃ من قال: البسملۃ آیۃ من اول کل سورۃ، سوی برائۃ، حدیث نمبر ۴۰۰) اس لئے حفاظ کے لئے ضروری ہے کہ تمام سورتوں کی تلاوت سے قبل بسم اللہ پڑھے سوائے سورہ التوبہ کے، اکثر علماء نے بسم اللہ کو ہر سورت کی ایک مستقل آیت قرار دیا ہے۔

۱۱. **ترتیل کے ساتھ تلاوت کرے، بے جا سرعت سے گریز کرے:** اہل علم (باقی صفحہ ۱۴ پر)

آج کا سب سے بڑا المیہ قرآنی احکام پر عمل نہ کرنا ہے۔ قرآن کی تلاوت رمضان اور غیر رمضان میں تو کر لیتے ہیں لیکن قرآن کے نزول کا جو اصلی مقصد عمل ہے اس کو ہم اپنی زندگی میں نہیں اتار پاتے۔ قرآن پڑھنے کا اثر ہماری عملی زندگی پر بھی ہونا چاہیے۔ قرآن نے جن امور کو حلال قرار دیا ہے ہم ان کو حلال سمجھیں، جن امور کو حرام ٹھہرایا ہے ہم ان کو حرام گردانیں، منہیات سے رُک جائیں اور اوامر کی بجا آوری کریں۔ محکم (واضح) آیتوں پر عمل کریں، متشابہات پر ایمان رکھیں اور قرآن کریم میں جو حدود و قیود بتائے گئے ہیں ہم اس کی پاسداری کریں۔

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا میں جتنی کتابیں اور صحائف نازل فرمائے وہ سب کے سب برحق ہیں اور ان کے برحق ہونے کا یقین ہمارے ایمان کا حصہ ہے، لیکن اللہ پاک نے جو فضیلت وعظمت اور برتری قرآن کریم کو عطا فرمائی ہے وہ کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ہے۔ پروردگار عالم نے قرآن پاک کو پورے عالم کے لیے سرچشمہ ہدایت بنایا اور اس کی حفاظت کا وعدہ فرما کر اسے تا قیامِ قیامت تحفظ فراہم کر دیا یہی وجہ ہے کہ آج قرآن کریم کے علاوہ کوئی بھی آسمانی کتاب اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے جبکہ قرآن کریم میں آج ساڑھے چودہ سو برس گذر جانے کے بعد بھی کسی زبر زیر یا کسی ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں کی جاسکی ہے۔ قرآن کریم کی عظمت وبرتری کے لیے یہی کیا کم ہے کہ خود پروردگارِ عالم نے ہی اس کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی ہے جس کے لیے اس نے قرآن کے معانی والفاظ کو نہ صرف ہمارے لیے آسان کر دیا بلکہ اس کی تلاوت میں وہ کیف ولذت بھی پیدا فرمادی ہے جس کا ادراک تلاوت قرآن کے وقت ہر خاص وعام کر سکتا ہے۔

حفاظت قرآن کے وعدے میں الفاظ ومعانی دونوں کی حفاظت شامل ہے۔ الفاظ کی حفاظت کے وعدے کا مشاہدہ تو ہر علاقہ میں ہزاروں ہزار حفاظ کی شکل میں کیا جاسکتا ہے اور معانی کی حفاظت کا وعدہ ان تراجم اور تفسیروں کے ذخیرے کی شکل میں ظاہر ہوا جو دنیا کے ہر خطے میں اور تقریباً ہر زبان میں موجود ملتا ہے، حتیٰ کہ مہبطِ وحی سے ہزاروں میل دور برصغیر ہند میں بھی سینکڑوں تفسیروں اور درجنوں تراجم کی شکل میں پایا جاتا ہے، اور یہ سلسلہ صدیوں سے جاری وساری ہے۔ یہاں تک کہ عین ہمارے زمانے میں متعدد قرآن مجید کے تراجم اور مختصر ومفصل تفسیریں معرضِ وجود میں آئیں جن سے عام طور پر اہل علم بلکہ پڑھے لکھے عوام بھی واقف ہیں۔ اللہ کے اس انعام کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہو رہا ہے اور ایک سے بڑھ کر ایک اور مفید سے مفید تر قرآنی خدمت سامنے آرہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو سراپا ہدایت فرمایا اور اس کے ہر چھوٹے بڑے حکم پر عمل اور اس کے برحق ہونے کے یقین کو جزوِ ایمان قرار دیا ہے۔ اس کے لیے اس نے جہاں قرآن پاک کے الفاظ کی تلاوت کو باعث اجر وثواب قرار دیا ہے وہیں اس نے قرآن کریم کے معانی ومفاہیم میں غوروفکر کا بھی حکم دیا ہے اس لیے کہ انسان کلام الٰہی کے معانی ومضامین میں جتنا غور کرے گا اس کے ایمان اور اعمالِ صالحہ میں اتنا ہی اضافہ ہوگا۔ خود قرآن کریم کی سورۂ نساء کی ایک آیت میں قرآن میں عدم تدبر کو نفاق کی علامت قرار دے کر تدبر قرآن کی اہمیت ظاہر کردی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”کیا یہ لوگ قرآن میں غوروفکر نہیں کرتے۔ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔“ (سورہ نساء)

اس آیت مبارکہ سے جہاں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں عدم تدبر نفاق کی علامت ہے وہیں ایک دوسری جگہ تدبر قرآن کو مومنین کا طرزِ عمل بھی قرار دیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

”یہ بابرکت کتاب ہم نے آپ کی طرف نازل کی تاکہ لوگ اس کی آیات میں غوروفکر کریں اور عقل منداس سے نصیحت حاصل کریں۔“ (سورہ ص)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن کریم میں غوروفکر کو انتہائی اہمیت کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔ فرمانِ رسالت ہے:

”اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ نہ بناؤ اور اس کی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے رات اور دن کے اوقات میں اور اس کو پھیلاؤ اور اسے خوش آوازی کے ساتھ پڑھو اور اس میں غوروفکر کرو تا کہ تم کامیابی کو پہنچو اور اس کے ثواب میں جلدی کرو کیونکہ اس کے لیے آخرت میں بڑا ثواب ہے۔“ (مشکوٰۃ شریف)

دورِ نبوت میں صحابہ کرام میں جو سب سے زیادہ قرآن کا پڑھنے والا اور سمجھنے والا ہوتا تھا اسے بڑا عالم کہا جاتا تھا۔ صحابہ کرام کو اگر کہیں قرآن کریم کے معانی ومفاہیم کے سمجھنے میں کوئی دشواری پیش آتی تو اسے وہ براہ راست سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حل کر لیتے تھے اس لیے کہ آپ ہی سب سے بڑے معلم تھے، خود آپ کا ارشاد ہے کہ ”مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں بھی اس کی تصدیق فرمائی۔ ارشادِ باری ہے:

”وہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے امیوں میں ایک رسول بھیجا انہیں میں سے جو انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔“ (سورہ بقرہ)

سرکارِ دوعالمؐ کا بھی یہی معمول تھا کہ آپ پر جو قرآن نازل ہوتا پہلے آپ اس کے الفاظ تلاوت فرماتے اور صحابہ کرام کو سناتے اور پھر اس کے معانی ومفاہیم ارشاد فرماتے۔

بہرحال قرآن کریم اپنے ماننے والے اور پڑھنے والوں کو بار بار تدبر اور غوروفکر کی دعوت دیتا ہے اور حصولِ علم کی ترغیب دے کر ان میں تدبر قرآن کے جذبہ کی آبیاری کا سامان مہیا کرتا ہے اس لیے کہ اسلام سے قبل جزیرۃ العرب میں پڑھنے لکھنے کا نہ تو رواج تھا اور نہ ہی کوئی اہمیت تھی، اہل عرب عام طور پر اپنے اصحابِ سیف ہونے پر فخر کیا کرتے تھے۔ جس خاندان یا قبیلہ میں جتنے زیادہ تلوار باز ہوتے اس کی اتنی ہی اہمیت سمجھی جاتی تھی۔ معروف مورخ علامہ البلازی کے مطابق مکہ مکرمہ میں صرف سترہ افراد تھے جو کم زیادہ پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ بعض مورخین نے یہ تعداد ۲۲ بتائی ہے تاہم تعداد کچھ بھی ہو، اسے قابل اطمینان قرار نہیں دیا جاسکتا کتاب وقلم سے اہل عرب کا رشتہ قرآن کریم نے جوڑا جس کے بعد مسلمانوں نے علوم وفنون کے سیکھنے اور سکھانے پر توجہ دی، پھر جس کے نتیجہ میں وہ عظیم الشان علمی تحریک وجود میں آئی جس کی مثال کوئی دوسرا مذہب پیش نہیں کر سکا۔ تعلیم وتعلّم کے اس سلسلہ میں قرآن کریم کے معانی ومفاہیم کو سمجھنے اور اللہ کی نازل کردہ آیات میں غوروفکر اور تدبر کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی۔

اسلام اپنے پیروکاروں اور ماننے والوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ علم حاصل کریں، اس پر عمل کریں اور اس کی اشاعت کریں۔ قرآن کریم کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے فرض کا درجہ رکھتا ہے اسلام کی اسی تعلیم سے متاثر ہوکر مسلمانوں نے نہ صرف علوم دینیہ اور ان کے مخفی گوشوں کو اجاگر کیا بلکہ دیگر علوم میں بھی جو ان کے تدبر قرآن کے نتیجہ میں سامنے آئے انھوں نے وہ کمال حاصل کیا کہ وہ علم کی دُنیا کے بے تاج بادشاہ قرار دیئے جانے لگے۔ مالٹا کی قید سے واپسی کے بعد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہٗ نے علمائے کرام کے ایک بڑے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ:

ہم نے مالٹا کی اسیری کے دور میں دو سبق سیکھے ہیں۔ میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا، دوسرے آپس میں اختلاف اور خانہ جنگی، اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں گا کہ قرآن کریم کو لفظاً ومعناً عام کیا جائے، بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی میں قائم کیے جائیں، بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔“

آج ضرورت ہے کہ ہم حضرت شیخ الہندؒ کی اس عبرت آمیز نصیحت پر عمل کرتے ہوئے قرآن کریم کی لفظی ومعنوی تعلیمات کو عام کریں تا کہ تدبر قرآن کے اس فریضہ سے سبکدوش ہوسکیں جو خود پروردگارِ عالم نے ہم پر لازم کیا ہے۔□□

جواہر القرآن

سورۂ الاحزاب-۳۳ | ترجمہ آیات: ۱۳ | **حضرت شیخ الہندؒ**

○ اور جب کہنے لگی ایک جماعت ان میں اے یثرب والو! (ف۱) تمہارے لیے ٹھکانہ نہیں سو پھر چلو اور رخصت مانگنے لگا ایک فرقہ ان میں، نبی سے کہنے لگے ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اور وہ کھلے نہیں پڑے، ان کی کوئی غرض نہیں مگر بھاگ جانا۔ (ف۲)

فوائد: — **علامہ شبیر احمد عثمانیؒ**

ف۱ ’یثرب‘ مدینہ طیبہ کا پرانا نام تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے ’مدینۃ النبی‘ ہوگیا۔

ف۲ یعنی سارے عرب ہمارے دشمن ہوئے تو ہم کو رہنے کا ٹھکانا کہاں۔ سب لشکر سے جدا ہوکر گھر لوٹ چلو اور حضرت لشکر کے ساتھ باہر کھڑے تھے۔ شہر میں مضبوط حویلیوں کے ناکے بند کر کے زنانے ان میں رکھ دیئے تھے۔ یہ بہانہ کرنے لگے کہ ہمارے گھ کھلے پڑے ہیں کہیں چور گھس کر لوٹ نہ لیں۔ اور یہ محض جھوٹ بات بنائی تھی، غرض یہ تھی کہ بہانہ کر کے میدان سے بھاگ جائیں۔ چنانچہ جو اجازت لینے آیا آپ اجازت دیتے رہے، کچھ پروا تکثیرِ سواد نہ کی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تین سو نفوسِ قدسیہ آپ کے ساتھ باقی رہ گئے۔

انوارِ احادیث

● حضرت یعلیٰ بن شدّاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت شدّاد رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ بیان فرمایا اور حضرت عُبادہ رضی اللہ عنہ جو کہ اس وقت موجود تھے اس واقعہ کی تصدیق فرمائی کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کوئی اجنبی (غیر مسلم) تو مجمع میں نہیں؟ ہم نے عرض کیا: کوئی نہیں۔ ارشاد فرمایا: دروازہ بند کردو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اٹھائے رکھے (اور کلمہ طیبہ پڑھا) پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ نیچے کرلیا۔ پھر فرمایا: اَلحَمدُ لِلّٰہِ، اے اللہ آپ نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس (کلمہ کی تبلیغ) کا مجھے حکم فرمایا ہے اور اس کلمہ پر جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور آپ وعدہ خلاف نہیں ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تمھاری مغفرت فرمادی۔ (مسند احمد، طبرانی بزار، مجمع الزوائد)

انسان اور معرفتِ رب کا تصور

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں

تحریر: مولانا سیّد بلال عبد الحئی حسنی ندوی

قرآن مجید میں جا بجا اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کا بیان ملتا ہے، تمام انسانوں کو اس کی دعوت دی گئی ہے کہ وہ انفس و آفاق میں اللہ کی بھری ہوئی نشانیوں پر غور کریں اور اس سے اپنے مالک حقیقی تک پہنچنے کی کوشش کریں، سورہ بقرہ کی ایک آیت میں جہاں تمام انسانوں کو ایک اللہ کی بندگی کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ تمام انسانوں کا خالق صرف اور صرف وہی اللہ ہے، وہیں آگے اس کی قدرت کے مظاہر بیان کیے گئے ہیں کہ انسان سوچے اور غور کرے کہ جب اتنی بڑی بڑی چیزوں کا پیدا کرنے والا صرف وہی ہے تو کون اس کے علاوہ عبادت کا مستحق ہوسکتا ہے، ارشاد ہوتا ہے: ”جس نے زمین تمہارے لیے بچھونا اور آسمان کو سائبان بنایا اور اوپر سے تمہارے لیے پانی اتارا تو اللہ کے برابر کسی کو مت ٹھہراؤ جبکہ تم جانتے ہو۔“ (سورہ بقرہ)

یہ زمین اللہ کی قدرت کے بڑے مظاہر میں سے ہے، اسی پر انسان رہتا ہے، مکانات تعمیر کرتا ہے، کھیتی باڑی کرتا ہے، مگر کتنے لوگ ہیں جو اللہ کی اس عظیم نعمت کے بارے میں سوچتے ہیں، اللہ نے اس میں زندگی کا سامان رکھا، طرح طرح کے موسم بنائے، سورج پیدا کیا جو اس کو ضرورت کی گرمی پہنچاتا ہے، چاند اپنی چاندنی بکھیرتا ہے، اس سے پیداوار میں نمو پیدا ہوتی ہے اور طرح طرح کے فوائد ہیں، ستارے بنائے جن سے آدمی سمتوں کی تعیین کرتا ہے، بڑے بڑے پہاڑ پیدا فرمائے اور ان کو زلزلوں سے بچاؤ کا ذریعہ بنایا، ندیاں اور نہریں جاری کیں، زمین کے نیچے میٹھے پانی کا اتنا بڑا ذخیرہ رکھ دیا کہ آدمی نکالتا رہے اور ختم نہ ہو، کیا انسان سوچتا ہے کہ یہ ساری چیزیں کہاں سے آگئیں، صرف اگر بارش بند ہوجائے تو انسان کی زندگی دشوار ہوجائے، یہ لہلہاتی زمین، تپتے ہوئے صحرا میں تبدیل ہوجائے۔

واقعہ مشہور ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں کسی ملحد نے، جو اللہ کا منکر تھا اور دنیا کی تمام چیزوں کو اتفاقی قرار دیتا تھا، یہ کہا کہ میرے کچھ سوالوں کا جواب اگر کوئی دے دے تو میں اللہ کو مان لوں گا، امام صاحب نے اس کا چیلنج قبول کر لیا، اور اس کے لیے ایک جگہ اور وقت طے کرلیا گیا، امام صاحب نے پہنچنے میں کافی تاخیر کی، وہ دیکھتے ہی برہم ہوگیا کہ جب آپ وقت پر آئے نہیں تو آپ جواب کیا دیں گے، اس پر امام صاحب نے فرمایا کہ آپ پہلے میرا عذر سن لیں پھر آپ کو سب کچھ کہنے کا حق ہے، ہوا یہ کہ میرے راستہ میں دریا پڑتا ہے، آج اتفاق سے کوئی کشتی نہیں تھی تو میں انتظار میں دیر تک کھڑا رہا، کشتی تو پھر بھی نہیں مل سکی، البتہ میں نے دیکھا کہ ایک درخت اچانک پھٹا اور اس میں سے تختے نکلے اور خود بخود کشتی بن کر تیار ہوگئی اور میں اس پر سوار ہو کر دریا پار ہوگیا، وہ کہنے لگا کہ آپ کیسی احمقانہ بات کہتے ہیں، کہیں یہ سب خود بخود ہوتا ہے، امام صاحب نے کہا کہ یہ آپ کے بنیادی سوال کا خود ہی جواب ہوگیا، پوری کائنات کا اتنا بڑا انظام کیا خود ہی وجود میں آگیا، ذرا بھی اگر کوئی عقل رکھتا ہوگا تو یہی کہے گا کہ اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے، انسان اسباب تلاش کرتا ہے، اور ایک کے پیچھے ایک سبب ڈھونڈتا ہے لیکن ایک مرحلہ پر جا کر اس کی عقل کام کرنا بند کر دیتی ہے اور اس کو کہنا پڑتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی زبردست طاقت کام کررہی ہے، یہ کونسی زبردست طاقت ہے اور کس کی ہے جو ماورائے عقل وتجربہ کام کررہی ہے، بہت سے انسانوں نے اس کے فرضی نام رکھ لیے لیکن خود اس قدرت رکھنے والے نے اپنی پہچان کے لیے اپنے خاص بندوں کو منتخب کیا اور ان پر وحی بھیجی تا کہ اس کے ذریعہ سے انسان اپنے رب کو پہچان سکے اور اس کی عبادت کرسکے۔ اور اللہ کے لیے اچھے اچھے نام ہیں، تو ان ہی ناموں سے اس کو پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں غلط روش اختیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے کہ وہ اس کا صحیح استعمال کرے، اپنے خالق و مالک کو پہچاننے کے لیے اس کا استعمال کرے لیکن اللہ نے اس کے بھی حدود رکھے ہیں، اس نے اپنے نبیوں کو اسی لیے بھیجا ہے، تا کہ وہ ان حقائق تک بھی انسان کو پہنچا سکیں جہاں تک اس کی عقل کام نہیں کرتی، اس لیے کہ عقل محسوسات کو برت کر ہی کوئی راستہ متعین کرتی ہے اور محسوس اشیاء کو جوڑ کر تجربات سے غیر محسوس تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے اور اس میں غلطیاں بھی کرتی ہے، پھر تجربات ہی سے متعین شکل کا وجود ہوتا ہے لیکن جو چیزیں بالکل غیر محسوس ہیں، اور بالکل چھپی ہیں، جن کو شریعت کی اصطلاح میں ’غیب‘ کہا جاتا ہے ان کا علم صرف نبیوں سے ہوتا ہے، اور یہاں انسان کے لیے یہ حقیقت سمجھنا ضروری ہے کہ بہت سی چیزیں اس کی حدود سے آگے کی ہیں۔

ایک عام ذہن یہ سوچتا ہے کہ جب نظام بہت بڑا ہو تو کام کرنے والے کو مددگار کی ضرورت پڑتی ہے جو اگرچہ سب کے سب اس کے ماتحت ہوتے ہیں لیکن ان کے بغیر کام ناممکن ہوتا ہے، یہاں پر اکثر لوگ دھوکہ میں پڑتے ہیں، اللہ کے بارے میں بھی ان کا یہی ذہن کام کرتا ہے اور وہ اللہ کے ساتھ بھی بہت سے شریک اور مددگار طے کرلیتے ہیں، اور یہ سوچ لیتے ہیں کہ اللہ کی حیثیت بھی ایک بادشاہ کی ہے اور اس نے بھی کاموں کا اختیار دوسروں کو دے دیا ہے، اس کے نتیجہ میں غیر اللہ کی پرستش ہونے لگتی ہے پھر جب انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہمارا یہ کام فلاں سے ہوگا تو وہ اس کو منانے میں لگ جاتا ہے، لیکن وہ یہ نہیں سوچتا ہے کہ یہ ایک بڑی کمزوری کا نتیجہ بھی ہے اور اس کا پیش خیمہ بھی اور دنیا میں یہ چیز بار بار تجربہ میں آتی ہے کہ بادشاہ کے نہ جانتے ہوئے بھی بہت سے کام اس کے ماتحت وزراء اپنی مرضی سے کر جاتے ہیں، وہ اللہ جو اتنی بڑی طاقت رکھتا ہے جو انسان سوچ بھی نہیں سکتا اس کے اندر اگر اس کمزوری کا تصور کرلیا گیا تو پھر وہ خدائی کب رہ گئی، یہاں انسان اس لیے ٹھوکر کھاتا ہے کہ وہ اپنے محسوسات و تجربات پر خدا کو بھی قیاس کرنے لگتا ہے، اور یہ بھی بھول جاتا ہے کہ یہ ایک کمزوری ہے جو خدا کے شایانِ شان نہیں، اس لیے آیت شریف میں اس کی نفی کی گئی ہے اور صاف کہہ دیا گیا کہ کسی کو بھی اس کے برابر نہ سمجھو اور متعدد آیات میں یہ بات بتادی گئی ہے کہ اس کو کسی مددگار کی ضرورت نہیں۔

تمام انسانوں کو خطاب کر کے اس آیت میں اس کی قدرت وحکمت پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے تا کہ ایک زبردست پیدا کرنے والے کی صحیح معرفت حاصل ہو اور اس کی لافانی قدرت وطاقت کا اعتراف ہو، ایسی قدرت جو بلاشرکت غیرے ہر چیز پر اقتدار وتصرف رکھتا ہے، وہی اللہ ہے جو تنہا تمام نظام چلا رہا ہے۔ ◻◻

> **انسان اسباب تلاش کرتا ہے، اور ایک کے پیچھے ایک سبب ڈھونڈتا ہے لیکن ایک مرحلہ پر جا کر اس کی عقل کام کرنا بند کر دیتی ہے اور اس کو کہنا پڑتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی زبردست طاقت کام کررہی ہے، یہ کونسی زبردست طاقت ہے اور کس کی ہے جو ماورائے عقل و تجربہ کام کر رہی ہے، بہت سے انسانوں نے اس کے فرضی نام رکھ لیے لیکن خود اس قدرت رکھنے والے نے اپنی پہچان کے لیے اپنے خاص بندوں کو منتخب کیا اور ان پر وحی بھیجی تا کہ اس کے ذریعہ سے انسان اپنے رب کو پہچان سکے اور اس کی عبادت کر سکے۔ اور اللہ کے لیے اچھے اچھے نام ہیں، تو ان ہی ناموں سے اس کو پکارو۔**

رمضان المبارک اور قرآن کریم کی تلاوت

مفتی محمد سالم قاسمی سریانوی

اس وقت رمضان المبارک کے ایام چل رہے ہیں، جو اپنے اندر خصوصی عطایا اور انعامات سموئے ہوئے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ماہ کو خوب نوازا ہے اور اس میں نعمتوں کی چوطرفہ بارش کر رہی ہے۔ رمضان کو جہاں روزہ جیسی عبادت سے خاص اور ممتاز کیا گیا ہے، وہیں پر اللہ رب العزت کی مجبوب ترین کتاب قرآن کریم سے بھی اس کو خاص کیا گیا ہے۔ رمضان کو قرآن سے جو مناسبت ہے وہ دیگر اسلامی مہینوں کو حاصل نہیں ہے، خود اس خصوصیت کا تذکرہ اللہ رب العزت نے اپنی مقدس کتاب میں کئی مقامات پر کیا ہے۔

قرآن کریم اللہ رب العزت کی بابرکت اور مقدس کتاب ہے جس کو سید الانبیاء والمرسلین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے، اس کو اللہ رب العزت نے لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر رمضان ہی کی ایک بابرکت رات میں پورا کا پورا نازل کیا جس رات کو شب قدر کہا جاتا ہے، یہ نزول رمضان اور قرآن میں خصوصی تعلق کو بتلاتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے وضاحت کرتے ہوئے اس میں نزول قرآن کا تذکرہ کیا ہے۔ ارشاد باری ہے: (ترجمہ) رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے سراپا ہدایت اور ایسی روشن نشانیوں کا حامل ہے جو صحیح راستہ دکھاتی اور حق وباطل کے درمیان دوٹوک فیصلہ کردیتی ہے۔ (البقرہ: ۸۱۵)

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ بابرکت رات میں نزولِ قرآن کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: انا انزلناہ فی لیلة مبارکة. (الدخان: ۳) ہم نے اسے (قرآن کو) ایک مبارک رات میں اتارا ہے۔ جمہور مفسرین کے نزدیک اس بابرکت رات سے مراد شب قدر ہے، جس کی تائید وصراحت سورۃ القدر سے ہوتی ہے، جس میں اللہ نے اس رات میں قرآن نازل کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ ارشاد ہے: (ترجمہ) بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) شب قدر میں نازل کیا ہے۔ (القدر: ۱) پورا قرآن کریم شب قدر میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل کردیا گیا تھا، پھر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا کر کے ۲۳ سال کے عرصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے۔

رمضان المبارک کو قرآن کریم سے خصوصی لگاؤ اور تعلق ہے، جیسا کہ قرآنی آیات سے معلوم ہوا، اسی بنیاد پر حضرت جبریل علیہ السلام ہر رمضان میں آپؐ کے یہاں تشریف لاتے اور قرآن کریم سنتے یا سناتے تھے، جس سال آپؐ کا وصال ہوا اس سال دو مرتبہ یہ عمل ہوا۔ (بخاری ومسلم) یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور بزرگانِ دین نے رمضان کے بابرکت ایام میں قرآن پر خصوصی توجہ دی اور اپنے آپ کو تلاوتِ قرآن میں مشغول رکھ کر امت کو سبق دیا، حضرات صحابہ اور بزرگانِ دین کا قرآن کریم کی تلاوت پر کثرت کے اتنے واقعات منقول ہیں جن کا احاطہ دشوار ہے۔ رمضان میں قرآن سے خصوصی تعلق ہی ہے کی علامت ہے کہ اس میں ایک زائد نماز تراویح دی گئی جس میں پورے رمضان ایک مرتب قرآن کا پڑھنا یا سننا سنت قرار دیا گیا۔

قرآن کریم کی تلاوت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں ایک مقصد ہے جس کو خود اللہ رب العزت نے قرآن ہی میں بیان کیا ہے۔ اسی لیے تلاوت قرآن کے بے شمار فضائل وفوائد احادیث میں ذکر کیے گئے ہیں، یہ فضائل عام دنوں میں حاصل ہوتے ہی ہیں، لیکن رمضان کے دن ورات میں ان کا درجہ بڑھ جاتا ہے۔ قرآن کریم پڑھنے پر ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے اور ایک نیکی اللہ کے یہاں دس نیکی کے برابر ہے، اگر کوئی ’الم‘ پڑھتا ہے تو اسے تیس نیکی ملتی ہے۔ (ترمذی) اس لیے جو جتنا زیادہ قرآن پڑھے گا، اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔

> **تلاوت قرآن کے بے شمار فضائل وفوائد احادیث میں ذکر کیے گئے ہیں، یہ فضائل عام دنوں میں حاصل ہوتے ہی ہیں، لیکن رمضان کے دن ورات میں ان کا درجہ بڑھ جاتا ہے۔ قرآن کریم پڑھنے پر ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے اور ایک نیکی اللہ کے یہاں دس نیکی کے برابر ہے۔**

رمضان المبارک میں ہمارے اسلاف کا ایک طبقہ ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتا تھا، بعض حضرات ایک ہفتے میں ختم کرتے تھے اور بعض دس دن میں، جبکہ بعض کے بارے میں ہے کہ وہ ایک رات میں قرآن ختم کرتے تھے۔

امام مالکؒ جو کہ مشہور محدث ہیں اور ائمہ اربعہ میں سے ہیں، وہ تدریسی مشاغل کو چھوڑ کر تلاوت قرآن میں لگ جاتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ پورے رمضان میں ساٹھ قرآن ختم کرتے تھے۔ یہی بات امام شافعیؒ کے بارے میں بھی نقل کی جاتی ہے، اس کے علاوہ بے شمار واقعات اکابر کے منقول ہیں جنھوں نے رمضان کے ایام میں تلاوت قرآن پر خصوصی توجہ دی اور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کی۔

رمضان المبارک میں قرآن اور ہمارا المیہ

رمضان المبارک کی جیسے ہی شروعات ہوتی ہے، بہت سے افراد کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں ہوتا ہے اور وہ اپنے آپ کو قرآن کی تلاوت وغیرہ میں جھونک دیتے ہیں اور رات ودن تلاوت وغیرہ میں اپنا وقت خرچ کرتے ہیں، جو کہ حقیقت میں رمضان اور قرآن کے تعلق کو سمجھتے ہیں۔ جبکہ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اس فضیلت اور نعمت سے یا تو کلی طور پر محروم ہوتا ہے یا بہت حد تک محروم ہوجاتا ہے، بہت سے افراد اپنا تھوڑا سا وقت تلاوت قرآن میں لگاتے ہیں، لیکن بعض افراد تو سرے سے ہی قرآن کو نہیں چھوتے ہیں، ان کے لیے قرآن کی تلاوت کے اعتبار سے رمضان اور غیر رمضان دونوں برابر ہوتا ہے، جو کہ بہت بڑی محرومی کی بات ہے۔

ہمارے یہاں مسلمانوں کا ۷۰-۸۰ فیصد طبقہ وہ ہے جو معمولی درجہ میں قرآن کو ہاتھ لگاتا ہے، اس سے کہیں زیادہ وقت لایعنی مشاغل میں، کھیل کود اور غیبت وفحش گوئی میں گزار دیتا ہے لیکن پھر بھی اس کی پرواہ نہیں ہوتی ہے، جو کہ نہایت تکلیف دہ صورت حال ہے، اور جب یہ صورت حال تلاوت قرآن کی ہے تو تدبر قرآن کی کیا حالت ہوگی؟ یہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ اگر ہم لوگ چاہیں تو بہت آسانی سے رمضان بھر میں کئی ختم کر سکتے ہیں، ساتھ ہی قرآن کی کچھ سورتوں کا ترجمہ ومطلب بھی سمجھنے کی کوشش کر سکتے ہیں، اور اس میں اپنے کو مشغول رکھ کر لایعنیات، غیر ضروری مشاغل، روزے میں ناپسندیدہ چیزوں سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں، بیشتر افراد موبائل میں، گپ شپ میں، کھیل کود میں اور ہنسی ودل لگی میں لگے رہتے ہیں جو کہ ہرگز روزے کی شان کے مناسب نہیں، بلکہ غور سے دیکھا جائے تو کم از کم ان سے روزوں میں کراہت تو آہی جاتی ہے؛ اس لیے کیا ہی اچھا ہو کہ ہم اس وقت خاص طور موقع کو غنیمت سمجھیں اور اپنے آپ کو تلاوت قرآن اور تدبر قرآن میں مشغول رکھیں۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق دے اور غیر ضروری چیزوں سے محفوظ فرمائے۔ (آمین) ◻◻

قرآن کریم کے قدیم و نادر نسخے

تحریر: عارف عزیز، بھوپال

دنیا میں قرآن کریم کے کئی نایاب ومقدس مخطوطات آج بھی محفوظ ہیں جن کے بارے میں ماہرین کا اتفاق ہے کہ یہ قرآن حکیم کے اولین اور انتہائی نادر نسخے ہیں، قرآن کے باقی تمام نسخے ان ہی سے نقل کئے گئے ہیں، ان مخطوطات میں سے ہر ایک کی ایک تاریخ ہے جو اہم واقعات سے بھری ہوئی ہے، 'مصحف عثمانی' کو ان میں اولیت حاصل ہے۔ اسلام کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنیؓ اس کی تلاوت فرماتے تھے۔ یہ نسخہ کاتب وحی حضرت زید ابن ثابتؓ کے نسخہ سے تیار کیا گیا تھا۔ روایت کے مطابق ایسے چھ نسخے تیار ہوئے تھے، ان میں سے پانچ نسخے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، دمشق، بصرہ اور کوفہ کو بھیجے گئے اور ایک نسخہ حضرت عثمان غنیؓ کے پاس رہا، ایک دوسری روایت کے مطابق جب ۶۵۶ عیسوی میں خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ پر مدینہ منورہ میں ان کے مکان پر داخل ہوکر قاتلانہ حملہ ہوا تو اس وقت آپ قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف تھے، قرآن کا یہی نسخہ ان کے خون سے آلودہ ہوگیا، تب ہی سے اس مقدس تاریخی نسخہ کو 'مصحف عثمانی' کہا جانے لگا۔ مصحف عثمانی کے اوراق زرد رنگ کے چمڑے کے ہیں، یہ خط کوفی میں لکھا ہوا ہے، تاشقند میوزیم میں آج بھی محفوظ ہے، اس پر بھورے رنگ کے دھبے صاف نظر آتے ہیں جو حضرت عثمانؓ کے خون کے دھبے ہیں، اس سے پہلے یہ سینکڑوں برس تک سمرقند کی مسجد خواجہ احرار ولی میں رکھا ہوا تھا۔

ہاتھ سے قرآن حکیم تحریر کرنے کی سعادت ماضی میں متعدد اصحاب کو حاصل ہوئی ہے، چھاپہ خانوں کی ایجاد وترقی سے پہلے کلام اللہ تحریر کرنے کا واحد ذریعہ فنِ کتابت تھا، کئی خلفائے اسلام اور مسلم حکمرانوں کو بھی کلام پاک رقم کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، جن میں مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا نام قابل ذکر ہے، مذکورہ حضرات یہ کام دین ودنیا کی فلاح کے جذبے سے کرتے تھے، آج بھی دنیا کے مختلف عجائب گھروں میں کلام الٰہی کے ایسے نسخے موجود ہیں، جنہیں انتہائی ذوق وشوق کے ساتھ ہاتھ سے لکھا گیا اور اس میں فنِ خطاطی کے جوہر دکھائے گئے ہیں۔

ابتداء میں قرآن حکیم کی کتابت کیلئے کھجور کے پتے، کھال، ہڈیاں، چمڑا اور پتھر وغیرہ کا استعمال ہوتا تھا، بعد میں کاغذ تیار ہونے لگا تو آیاتِ قرآنی کو اس پر لکھا جانے لگا، کاغذ پر قرآن مجید کی قدیم ترین کتابت کا جو نمونہ ملتا ہے وہ ہجرت کے ۳۶۱ سال بعد کا ہے جسے ابن شازان نے تحریر کیا اور استنبول کی لائبریری میں محفوظ ہے، قرآن مقدس کے قدیم ترین نسخے خط کوفی میں لکھے گئے، یہ خط عربی کا قدیم طرز تحریر ہے اور ساتویں صدی ہجری تک قرآن پاک کی کتابت کے لئے مستعمل رہا، حجاج بن یوسف نے اپنے دور میں خط کوفی کو جدت سے آشنا کرکے اسے منضبط کرنے کے لئے اعراب کا استعمال رائج کیا تاکہ قرآن پاک لکھنے اور پڑھنے میں معمولی تحریف کا بھی امکان نہ رہے، خط کوفی میں ہی حضرت علی کرم اللہ وجہ کے قلم سے اعراب کے بغیر قرآنی اوراق ملے ہیں جو مشہد مقدس میں محفوظ ہیں، کلام الٰہی کا ایک اور قدیم نسخہ اس وقت پیرس کی لائبریری میں ہے جس پر کتابت کا سنہ ۲۳۹ ہجری درج ہے۔ قرآن مجید کا ایک اور قدیم مخطوطہ جس کی کتابت خط کوفی میں بارھویں صدی عیسوی کے دوران کی گئی قزاقستان کے دارالحکومت الماتا کے قومی کتب خانے کی زینت ہے، لاہور کی بادشاہی مسجد میں قرآن پاک کا سونے کے تاروں سے لکھا ہوا ایک نادر نسخہ مسجد کے شمالی حصہ میں شیشے سے تیار ایک شوکیس میں رکھا ہوا ہے، سنہرے تاروں سے مرقوم اس نسخہ کی تیاری کا کام حافظ محمد اعظم نے دس سال کے عرصہ میں انجام دیا اس میں سونا وچاندی دونوں کا استعمال ہوا، یہ کارنامہ زیادہ پرانا نہیں بیسویں صدی کا ہے۔

ماضی قریب ۱۹ ویں صدی کے افغانستان میں تحریر کیا گیا قرآن پاک کا سب سے بڑا اور ضخیم نسخہ بھوپال کی خواتین والیانِ ریاست میں سے غالباً نواب شاہجہاں بیگم کو والیٔ افغانستان سے تحفہ میں موصول ہوا تھا اور اس کا ریاست بھوپال کے نوادرات میں شمار ہوتا تھا، بیرونِ ریاست سے یہاں آنے والے زائرین کے لئے اسے قلعہ فتح گڑھ کے مرکزی دروازے کے بائیں جانب ایک وسیع وعریض کمرہ میں سجایا گیا تھا، تین جلدوں پر مشتمل قرآن کریم کے اس غیر معمولی نسخہ کی زیارت کرنے والے ابھی موجود ہیں، ہمارے شہر کی معروف مذہبی شخصیت مولانا مفتی عبدالرزاق خان صاحب کے بقول ۶×۶ فٹ کے تخت پر رکھی ہوئی ۵×۵ فٹ کی رحل پر اسے رکھا گیا تھا اور اس کے ایک ورق کو جو ۳×۲/۱ ۴ فٹ پر محیط تھا پلٹنے کیلئے دو مشاق انسانوں کی ضرورت پیش آتی تھی، نصف اِنچ جلی قلم سے کتابت شدہ اِس قرآنی نسخہ کی آیات کو دور سے بھی پڑھا جاسکتا تھا۔ اسی ہال میں ایک تلوار بھی رکھی تھی جس پر پوری سورہ بقر نقش تھی، نوابی ریاست کے حکومت ہند میں انضمام سے کچھ پہلے نواب حمید اللہ خاں نے قرآن کے اس نادر نسخہ کو شاہی اعزاز واحترام کے ساتھ مصر روانہ کردیا۔

قرآن مجید کا دنیا میں سب سے وزنی نسخہ جلال پور پاکستان میں تیار کیا گیا، اس کے ہر پارہ کا وزن ۵۰ کلوگرام اور مجموعی وزن ۱۵ سو کلوگرام ہے، اس کو وہاں کے خوش نویس حاجی بشیر جلال پوری نے دوسال کی عرق ریزی کے بعد امریکہ سے درآمد ایک مخصوص کاغذ پر رقم کیا ہے، پاکستان کے مختلف شہروں میں نمائش کے بعد فیصل آباد کے قرآنی عجائب گھر میں یہ محفوظ ہے۔

دنیا میں قرآن پاک کے قدیم، بڑے اور وزنی نسخوں کے علاوہ، چھوٹے نسخے بھی کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں، کلکتہ کے ابوالفضل صدیقی کے دعوے کے مطابق دنیا کا سب سے چھوٹا قرآنی نسخہ ان کے پاس ہے، جو تانبہ کی ایک ڈبیہ میں سما جاتا ہے۔ اس کی لمبائی دو سینٹی میٹر اور چوڑائی ۱ء۱ سینٹی میٹر ہے اور پونے دوسوسال پرانا ہے، حیدرآباد کے شہری سید محامد ہاشمی اپنے پاس ایک ایسے قرآنی نسخہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جو طول میں ۶ء۲ سینٹی میٹر اور عرض میں ۸ء۱ سینٹی میٹر ہے اور اس کا وزن ایک تولہ سے بھی کم ہے، چارسو صفحات کا یہ مکمل قرآن سوسال پرانا ہے، جو لاہور میں طبع ہوا۔ یہ دونوں قرآن محدّب شیشے سے پڑھے جاتے ہیں۔ بیسویں صدی کے برصغیر میں قرآن کی نہایت دیدہ زیب طباعت اور اس میں جدید ٹکنالوجی کا استعمال کرکے ''تاج کمپنی لاہور'' نے بڑی مقبولیت حاصل کی، مذکورہ قرآنی نسخوں کی طباعت کا معیار بلند کرنے کیلئے انہیں ہالینڈ اور دوسرے مغربی ممالک میں بھی پرنٹ کرایا گیا، قرآن کی طباعت واشاعت کا دوسرا ادارہ حکومت سعودی عرب نے شاہ فہد کے عہد میں 'شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس' کے نام مدینہ منورہ میں قائم کیا ہے، جہاں سے ہر سال قرآن پاک کے ایک کروڑ سے زیادہ نسخے طبع ہوکر پوری دنیا میں بطور ہدیہ تقسیم کئے جاتے ہیں۔

اس مختصر جائزے سے اندازہ ہوتا ہے قرآنِ مقدس کی کتابت اور طباعت کا کام اور اس میں جدّت وندرت پیدا کرنے کی سعی ہر دور اور ہر علاقے میں ہوتی رہی ہے اور اس میں مصروف فنکاروں نے جس مہارت اور ارادت مندی کا مظاہرہ کیا ہے، وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ ▫▫

دنیا میں قرآن پاک کے قدیم، بڑے اور وزنی نسخوں کے علاوہ، چھوٹے نسخے بھی کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں، کلکتہ کے ابوالفضل صدیقی کے دعوے کے مطابق دنیا کا سب سے چھوٹا قرآنی نسخہ ان کے پاس ہے، جو تانبہ کی ایک ڈبیہ میں سما جاتا ہے۔ اس کی لمبائی دو سینٹی میٹر اور چوڑائی ۱ء۱ سینٹی میٹر ہے اور پونے دو سو سال پرانا ہے، حیدرآباد کے شہری سید محامد ہاشمی اپنے پاس ایک ایسے قرآنی نسخہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جو طول میں ۶ء۲ سینٹی میٹر اور عرض میں ۸ء۱ سینٹی میٹر ہے اور اس کا وزن ایک تولہ سے بھی کم ہے، چارسو صفحات کا یہ مکمل قرآن سو سال پرانا ہے، جو لاہور میں طبع ہوا۔

قرآن کریم کی تلاوت - احادیث مبارکہ کی روشنی میں

احادیث مبارکہ میں قرآن کریم کے مطابق عمل کرنے کی زبردست تاکید اور ترغیب بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آپؐ نے قرآن کے اوامر ونواہی کے مطابق عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے کہ قرآن کریم کے معنی ومفہوم بیان کرو اور اس کے غرائب (اوامر ونواہی) کی پیروی کرو۔ (بیہقی) اور ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے مثال دے کر قرآن پر عمل کرنے کی کیا خوب ترغیب دی ہے اور کس قدر فائدے بیان کیے ہیں، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ مسلمان جو قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے تو اس کی مثال سنترے کی سی ہے، اس کی خوشبو بھی لطیف اور اس کا مزہ بھی بہت اچھا ہوتا ہے اور وہ مسلمان جو قرآن نہیں پڑھتا؛ لیکن اس پر عمل کرتا ہے تو اس کی مثال کھجور کی سی ہے، اس میں خوشبو نہیں ہوتی لیکن اس کا مزہ میٹھا ہوتا ہے اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے (لیکن اس پر عمل نہیں کرتا) تو اس کی مثال خوشبو دار پھل 'ریحان' کی سی ہے، جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے مگر اس کا مزہ بہت کڑوا ہوتا ہے اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا اور نہ ہی اس پر عمل کرتا ہے، تو اس کی مثال 'اندرائن' کی سی ہے جس میں نہ خوشبو ہے اور اس کا مزہ بھی بہت کڑوا ہوتا ہے۔ (بخاری ومسلم) نیز قرآن کے حکم ونہی کے مطابق عمل کرنا قیامت کے دن بڑی عزت واکرام والا عمل ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو قرآن پڑھنا سیکھے پھر پڑھے اور اس پر عمل کرے تو اس کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا، جو نور سے بنا ہوگا اور اس کی چمک سورج کی چمک کی طرح ہوگی۔ (حاکم وترغیب)

دوسری حدیث میں ہے کہ عمل کرنے والے قاری وحافظ کے ساتھ ساتھ اس کے ماں باپ کی بھی بڑی عزت کی جائے گی اور روشن ترین تاج پہنایا جائے گا، آپؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے (اور یاد کرے) اور جو کچھ قرآن میں مذکور ہے، اس پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی دنیا کے گھروں میں چمکنے والے آفتاب کی روشنی سے زیادہ بہتر اور اعلیٰ ہوگی، اب تم خود اس شخص کا مرتبہ سمجھ سکتے ہو جس نے قرآن کریم پر عمل کیا۔ (احمد، ابوداؤد) اور ایک حدیث میں ہے کہ قرآن کے مطابق عمل کرنا دخولِ جنت کا موجب ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پڑھا، پھر اس کو یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام جانا تو اللہ تعالیٰ اس کو (شروع ہی میں) جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (ترمذی، ابن ماجہ) ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس (قرآن کریم) کو اپنے آگے رکھے یعنی اس پر عمل کرے تو اس کو یہ جنت میں پہنچا دیتا ہے۔ (ابن ماجہ) اور ایک حدیث میں ہے کہ قرآن پر عمل کرنا جہنم سے نجات وحفاظت کا باعث ہے، آپؐ کا ارشاد ہے کہ جو قرآن پڑھنا سیکھے، پھر اسے دن رات نماز میں پڑھے اور اس کے حلال وحرام کا خیال رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے گوشت اور خون پر جہنم کو حرام فرمادیں گے۔ (حفظ قرآن ۵۹) لیکن قرآن کے مطابق عمل نہ کرنا بہت ہی معیوب شنیع اور اللہ و رسول کو ناراض کردینے والی حرکت ہے، آپؐ نے اس حرکت پر سخت تنبیہ فرمائی ہے اور جہنم جانے کی دھمکی سنائی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص اس (قرآن کریم) کو پیٹھ پیچھے ڈال دے یعنی اس پر عمل نہ کرے تو اس کو یہ جہنم میں گرا دیتا ہے۔ (ابن ماجہ) اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ قرآن سے روگردانی تباہی وبربادی کا باعث ہے اور اس کے علاوہ سے رہنمائی ضلالت وگمراہی کا ذریعہ ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس متکبر نے قرآن (کے مطابق عمل کرنے) کو چھوڑ دیا تو اس کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرڈالیں گے اور جو شخص اس قرآن کے علاوہ سے کسی اور کتاب یا قانون سے، جو نہ قرآن سے مستنبط ہو اور نہ اسلامی شریعت کے مطابق ہو، ہدایت ورہنمائی چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کردیں گیا۔ (ترمذی ودارمی) نیز قرآن کے مطابق عمل نہ کرنا، قرآن کی لعنت ملامت کا موجب ہے، حضرت انسؓ سے منقول ایک احدیث میں ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ (اتحاف السادۃ)

فی الواقع قرآن کریم کے اوامر ونواہی کے سلسلے میں مخالفت والا عمل، قرآن کی اہانت وتذلیل ہے بلکہ قرآن سے انکار کا باعث ہے۔ ایک حدیث میں آپؐ نے امت مسلمہ کو اس پر نہایت ہی سخت تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص قرآن پر ایمان نہیں لایا جو اس کے حرام کو حلال جانے۔ (ترمذی) ▫▫

اپنے بندوں پر کرم کردے، معافی دیدے

سلمان ظفر، اسلام گنج، ہردوئی

لے کے ہونٹوں پہ زمانے کی دعا ہوں حاضر
اے خدا تیری عدالت میں ہوا ہوں حاضر
موت کی شکل میں یہ دنیا پہ اب چھائی ہے
یہ وبا اب تو یہاں جان پہ بن آئی ہے
مانتے ہیں کہ یہ انسان کی ہٹھ دھرمی ہے
ہم تو بندے ہیں تری ذات میں تو نرمی ہے
سہمے بچے ہیں، بزرگوں کی ہنسی غائب ہے
ساری دُنیا سے حقیقت میں خوشی غائب ہے
شہر کے رخ پہ اُداسی کی ندی بہتی ہے
اس کو اعمال کی وہ سب کے سزا کہتی ہے
ہر گھڑی بولتی دُنیا کے ہیں منظر خاموش
مسجدیں سونی ہیں، ہوگئے منبر خاموش
تو شفا بخش دے یارب ہے رحیمی تیری
ساری دُنیا پہ تو ظاہر ہے حکیمی تیری
رحمتیں اپنی اے اللہ اضافی دے دے
اپنے بندوں پہ کرم کردے، معافی دے دے

قرآن کریم سے ہمارا تعلق کیسا ہونا چاہئے؟

ایک دلچسپ واقعہ کی روشنی میں

تحریر: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

امام عبداللہ بن مبارک اعلیٰ درجے کے فقیہ اور محدث ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں ہیں اور کتنے ہی محدثین وفقہاء کی چشم عقیدت کا سرمہ ہیں، انہوں نے اپنے آپ پر گذرا ہوا ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے، جس کو بہاء الدین (م:۸۵۰) نے اپنی معروف کتاب 'المستطرف' (ج ۱ص ۷۴-۷۶) میں ذکر کیا ہے۔

یہ ایک بار حج کے ارادہ سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے، واپسی میں راستہ میں ایک جگہ دوسری سی کوئی چیز نظر آئی، قریب پہنچے اور پہچانا، تو دیکھا کہ ایک بوڑھی خاتون ہیں جو ادنیٰ کرتے اور ادنیٰ دوپٹے میں ملبوس ہیں، امام عبداللہ بن مبارک نے سلام کیا، خاتون نے سلام کا جواب ایک قرآنی فقرہ سے دیا: سلام قولا من رب رحیم“ (یٰسین:۵۸) سلامتی ہو، یہ رب رحیم کی طرف سے ارشاد ہے۔ ابن مبارک نے دریافت کیا: یہاں آپ کیا کررہی ہیں؟ کہنے لگیں: ”من یضلل الله فلا هادی له.“ (الاعراف:۱۸۶) جسے اللہ راستہ نہ دکھائے اسے کوئی راستہ نہیں دکھا سکتا۔ یعنی یہ راستہ بھٹک گئی ہیں، ابن مبارک نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ کہنے لگیں: ”سبحٰن الذی اسریٰ بعبده لیلا من المسجد الحرام الیالمسجد الاقصیٰ (الاسراء:۱) یعنی یہ حج کرچکی ہیں اور بیت المقدس کا ارادہ ہے، ابن مبارک نے استفسار کیا کہ کتنے دنوں سے آپ اس مقام پر پڑی ہوئی ہیں؟ خاتون نے کہا: ”ثلاث لیال سویّا (مریم:۱۰) یعنی مسلسل تین راتوں سے، ابن مبارک نے کہا: آپ کے پاس کھانے کا کچھ سامان نہیں ہے؟ خاتون نے جواب دیا: ”هو یطعمنی ویسقنین (الشعراء:۷۹) یعنی اللہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

پوچھا گیا کہ آپ وضو کس طرح کرتی ہیں کہ پانی بھی نہیں ہے؟ فرمایا: ”فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیّبا (النساء:۴۳) یعنی قرآن کا حکم ہے کہ پانی نہ ملے تو تیمّم کرو، اس پر عمل کرتی ہوں، امام ابن مبارک نے کھانے کی پیشکش کی، تو کہنے لگیں: ”ثم اتمّوا الصیام الی اللیل“ (البقرة:۱۸۷) یعنی میں روزہ کی حالت میں ہوں، ابن مبارک نے کہا یہ رمضان کا مہینہ تو ہے نہیں؟ فرمایا: ”ومن تطوّع خیراً فان الله شاکر علیم“ (البقرة:۱۵۸) یعنی جو یہ بطور نفل مزید عمل کرے تو اللہ تعالیٰ قدرداں ہے اور واقف ہے، ابن مبارک نے فرمایا کہ سفر میں تو ویسے بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے؟ بوڑھی خاتون نے جواب دیا: ”وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون“ (البقرة:۱۸۴) یعنی روزہ رکھ لینا بہر حال بہتر ہے۔

امام عبداللہ بن مبارک کے حیرت واستعجاب میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا جاتا تھا، آپ نے دریافت کیا کہ جس طرح میں آپ سے گفتگو کررہا ہوں آپ بھی اسی طرح کیوں نہیں کرتیں؟ جواب ملا: ”ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید“ (ق:۵۸) یعنی جب بھی انسان کوئی بات کرتا ہے تو نگراں فرشتہ اس پر موجود رہتے ہیں، گویا بات خوب احتیاط اور تول کر کرنی چاہیے، ابن مبارک نے دریافت کیا آپ کا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ فرمایا: ”ولا تقف مالیس لک به علم“ (الاسراء:۳۶) کہ جس چیز کا علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو۔ گویا ابن مبارک کے اس سوال پر بوڑھی خاتون نے ناگواری ظاہر کی، امام عبداللہ نے معذرت کی اور کہا کہ مجھے معاف کردیجئے، جواب ملا: ” لاتثریب علیکم الیوم یغفر الله لکم“ (وسف:۹۲) کہ آج تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تم کو معاف کردے، ابن مبارک کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا کہ کیا میں آپ کو اپنی اونٹنی پر سوار کردوں تا کہ آپ اپنے قافلہ سے جاملیں، کہنے لگیں: ”وما تفعلوا من خیر یعلمه الله (البقرة:۱۹۷) جو بہتر کام کروگے اللہ اس سے واقف ہے، ابن مبارک نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا تا کہ وہ سوار ہوں، کہنے لگیں: ”قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم“ (النور:۳۰) یعنی ابن مبارک کو نگاہ پست کرنے کے بارے میں اشارہ فرمایا، چنانچہ آپ نے نگاہ پست کرلی اور کہا کہ سوار ہوجائیں، سوار ہونے لگیں تو اونٹنی بدک گئی اور اس خاتون کا کپڑا اچھٹ گیا تو قرآن کی آیت پڑھی: ”وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم“ (الشوری:۳۰) یعنی جو بھی مصیبت انسان کو پہنچتی ہے وہ اپنی شامت اعمال کی وجہ سے۔ امام عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ آپ ذرا ٹھہریں، میں پہلے اونٹنی کو باندھ دوں، خاتون نے کہا: ”ففهّمناها سلیمان“ الانبیاء (الانبیاء: ۷۹) امام ابن مبارک فرماتے ہیں: میں نے اونٹنی کو باندھ دیا اور اس سے کہا سوار ہوجائیں، جب سوار ہوئیں تو سواری کی دعاء پڑھی جو قرآن مجید کی آیت ہے: ”سبحٰن الذی سخّرلنا هذا وما کنا له مقرنین وانا الیٰ ربنا لمنقلبون“ (الزخرف:۱۳-۱۴)

اس طرح سفر شروع ہوا، امام ابن مبارک نے اونٹنی کی لگام تھامی اور اونٹنی کو تیز ہنکانے کے لیے کسی قدر بلند آواز نکالتے ہوئے آگے بڑھے، خاتون نے کہا: ”واقصد فی مشیک واغضض من صوتک“ (لقمان:۱۹) یعنی رفتار معتدل رکھو اور آواز پست، ابن مبارک نے آہستہ آہستہ ”ماتیسّر من القرآن“ (مزمل:۲۰) پڑھا کہ آپ کو بڑا خیر عطا کیا گیا ہے، کہنے لگیں: ”وما یذّکر الّا اولوا الالباب“ (البقرة:۲۶۹) کہ عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں، امام ابن مبارک نے کچھ آگے بڑھنے کے بعد دریافت کیا کہ کیا آپ کے شوہر ہیں؟ بوڑھی خاتون نے جواب دیا: ”یاایها الذین آمنوا لاتسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسوئکم“ (المائدہ:۱۰۱) اے ایمان والو! ایسی چیزوں کی بابت سوال نہ کرو، جو تم پر ظاہر کیا جائے تو تمہیں ناگواری ہو، یعنی اپنے بیوہ ہونے کی طرف اشارہ کیا۔

امام ابن مبارک نے پھر کوئی گفتگو نہیں کی، یہاں تک کہ قافلہ تک پہنچ گئے، پہنچنے کے بعد خاتون سے دریافت کیا کہ یہاں آپ کے کون لوگ ہیں؟ کہنے لگیں: ”المال والبنون زینة الحیوٰة الدنیا“ (الکہف:۴۶) یعنی اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ ان کے بچے اور سامان اس قافلہ میں ہیں، میں نے دریافت کیا، حج میں ان کے بچے کیا کررہے تھے؟ کہنے لگیں: ”وعلٰمت وبالنجم هم یهتدون“ (النحل:۱۶) یعنی ان کے بچے حجاج کے قافلے میں راستہ بتانے اور منزل کی رہنمائی کا کام کرنے پر مامور تھے، ابن مبارک سواری خیموں تک لائے اور استفسار کیا کہ یہ خیمے ہیں۔ آپ کے متعلقین کون ہیں؟ خاتون نے کہا: ”واتخذ اللّٰه ابراهیم خلیلا. و کلّم الله موسیٰ تکلیما (النساء:۱۲۵،۱۶۴) ”یایحییٰ خذ الکتاب بقوة“ (مرم:۱۲) یعنی ابراہیم، موسیٰ اور یحیٰ میرے بچوں کے نام ہیں۔ ابن مبارک نے ان کی ناموں سے ندا لگائی تو تین نوجوان چاند کی طرح روشن دوڑے آئے اور جب بیٹھنے لگے تو ماں نے کہا: ”فابعثوا احدکم بورقکم هذه الی المدینة فلینظر ایها ازکی طعاما فلیاتکم برزق منه“ (الکہف:۱۹) اپنے میں سے کسی کو یہ پیسے لے کے شہر بھیجو کہ وہ دیکھے کہ کون پاک وصاف کھانا فروخت کرنے والا ہے، پھر وہ تم لوگوں کے پاس کھانے کی چیز لے کر آئے، چنانچہ بچوں میں سے ایک بازار گیا، کھانے کی کچھ چیز خرید کر لایا اور میرے سامنے رکھ دیا، کہنے لگیں: ”کلوا واشربوا بما اسلفم فی الایام الحالیة“ (الحاقة:۲۴) خوشگواری کے ساتھ کھاؤ پیو، اس عمل کے بدلے جو تم نے پچھلے دنوں میں کیے ہیں۔ امام عبداللہ بن مبارک نے ان خاتون کے صاحبزادوں سے کہا کہ جب تک تم ان خاتون کے بارے میں مجھے نہ بتاؤ میں کھانا نہیں کھا سکتا، لڑکوں نے کہا: یہ ہماری والدہ ہیں، چالیس سال کے عرصہ سے انہوں نے قرآن کے علاوہ کوئی اور کلام اپنی زبان سے نہیں نکالا کہ کہیں اپنی طرف سے بولنے میں کچھ زیادتی ہو جائے اور اللہ ناراض ہوجائے۔ ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے کہا: یہ اللہ کا فضل ہے، اللہ جسے چاہیں عطا فرمائیں اور اللہ یقیناً بڑے فضل والے ہیں: ” ذٰلک فضل الله یوتیه من یشاء واللّٰه ذوالفضل العظیم (الجمعة:۴)

یہ واقعہ نشانِ عبرت اور سبب موعظت ہے کہ معمولی خاتون کو بھی قرآن سے کیسی مناسبت ہوتی تھی اور قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے فہم کا کیا اعلیٰ درجے کا ذوق حاصل ہوتا تھا، کاش ہم یہ اور اس طرح کی عبرت خیز واقعات کو اپنے لیے آئینہ بنائیں اور اس آئینہ میں اپنی تصویر دیکھیں کہ قرآن مجید سے ہمارا کیا تعلق ہے؟ □□

قرآن کریم کا ایک اہم حق

تحریر: مولانا خالد فیصل ندوی

قرآن کریم کا ایک اہم حق یہ ہے کہ دن رات اس کی تلاوت کی جائے، کیونکہ تلاوت دنیا میں تقویٰ و پرہیزگاری اور خیر و برکت کا باعث ہے اور آخرت میں کامیابی، نجات اور سعادت و بلندئ درجات کی ضامن ہے، کتاب وسنت میں تلاوت کی بہت زیادہ فضیلت بیان ہوئی ہے اور اس کی بڑی تاکید وترغیب وارد ہوئی ہے۔ ایک آیت کریمہ میں تلاوت کا حکم واضح انداز میں موجود ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت کیجئے۔“ (عنکبوت:۴۵) ایک دوسری آیت میں تلاوت کو کامیابی کے کاموں میں سے ایک کام بتایا گیا ہے۔ (فاطر: ۲۹) اسی طرح احادیث مبارکہ میں تلاوت کی بہت زیادہ تاکید وترغیب آئی ہے۔ ایک حدیث میں بہت ہی مؤثر انداز میں تلاوت کی تاکید کی گئی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کا اہتمام کیا کرو، اس عمل سے آسمانوں میں تمہارا ذکر ہوگا اور یہ عمل زمین میں تمہارے لئے ہدایت کا نور ہوگا۔ (بیہقی، ابن حبان)

ایک دوسری حدیث میں تلاوت کرنے کا حکم واضح انداز میں وارد ہوا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ قرآن کریم پڑھا کرو کیونکہ قرآن کریم قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا۔ (مسلم) اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ تلاوت بہت ہی اجر وثواب والا کام ہے، ہر ایک حرف کے پڑھنے پر دس نیکی ملتی ہے، آپؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن کا ایک حرف پڑھے تو اس کے لئے ہر حرف کے بدلہ میں ایک نیکی ہے جو دس نیکیوں کے برابر ہے۔ (ترمذی، دارمی) اور تلاوت فرشتوں کی آمد کا ذریعہ ہے۔ ایک حدیث میں حضرت اسید بن حضر کا واقعہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے جو تمہاری تلاوت کی آواز سننے کے لیے قریب آگئے تھے، اگر تم اسی طرح پڑھتے رہتے اور اسی حالت میں صبح ہوجاتی تو لوگ فرشتوں کو دیکھتے اور وہ فرشتے لوگوں کی نگاہ سے اوجھل نہ ہوتے۔ (بخاری ومسلم)

اور ایک حدیث میں ہے کہ گھر میری تلاوت خیر و برکت، فرشتوں کی آمد اور شیطان سے حفاظت کا باعث ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس گھر میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے، اس کے اہل وعیال زیادہ ہوجاتے ہیں، اس میں خیر و برکت بڑھ جاتی ہے، ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شیطان اس گھر سے نکل جاتا ہے۔ (فضائل قرآن) نیز ایک حدیث میں ہے کہ گھر میں تلاوت اس گھر کی رونق وچمک کا سبب ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ جن گھروں میں قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے وہ گھر آسمان والوں کے لیے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لیے آسمان پر ستارے چمکتے ہیں۔ (فضائل قرآن)

اسی طرح احادیث مبارکہ میں تلاوت سے غفلت پر بڑی تنبیہ اور وعید آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ تلاوت کا اہتمام نہ کرنا بہت سی محرومیوں اور نحوستوں کا سبب ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی اس میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے ملائکہ اس گھر سے چلے جاتے ہیں اور شیاطین اس گھر میں گھس آتے ہیں۔ (فضائل قرآن)

دنیا کی طرح آخرت میں بھی تلاوت قرآن بہت ہی خیر و بھلائی والا عمل ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ تلاوت کی بدولت قرآن کریم قبر میں تلاوت کرنے والے مومن کا دوست ورفیق ہوگا اور قبر میں اس کی راحت رسانی کا بڑا کوشاں ہوگا۔ (بزاز) اور ایک حدیث میں ہے کہ تلاوت قیامت کے دن قرآن کی سفارش کے حصول کا سبب ہے اور قرآن کریم کی سفارش اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن کریم دونوں قیامت کے دن بندۂ مومن کے لئے سفارش کریں گے اور ان دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔ (مسند احمد)

تلاوتِ قرآن قیامت کے دن اعزاز و اکرام کا موجب ہے، آپ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ صاحب قرآن (تلاوت کرنے والا اور یاد کرنے والا) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں آئے گا تو قرآن کریم اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا کہ اس کو جوڑا عطا فرمائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو کرامت کا تاج پہنایا جائے گا، پھر قرآن کریم درخواست کرے گا کہ اے میرے رب! مزید اور پہنایئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اکرام کا پورا جوڑا پہنایا جائے گا، پھر قرآن کریم درخواست کرے گا کہ اے میرے رب! اس شخص سے راضی ہوجایئے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوجائیں گے۔ (ترمذی)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرآن سمجھ کر پڑھنا بہت ہی قابل قدر ہے، بڑے اجر وثواب والا عمل ہے اور بہت ہی مطلوب ومحمود ہے، کتاب وسنت میں اس کی بڑی تاکید وترغیب آئی ہے لیکن یہ گمان کرنا کہ بغیر سمجھے بوجھے تلاوت کرنا بیکار اور بے فائدہ ہے، یہ خیال نہایت ہی کم ظرفی والا ہے اور شریعت کے عام حکم سے تغافل کا نتیجہ ہے ورنہ قرآن کریم کے حروف مقطعات (الم، حم، یس وغیرہ) کا سمجھنا آج تک ناممکن بنا ہوا ہے اور نہ ہی اس کے معنی اب تک متعین ہوسکے ہیں، حالانکہ جس حدیث شریف میں قرآن کریم کے ہر حرف کے بدلے میں دس نیکی کے ملنے کی خوش خبری امت مسلمہ کو آپ نے سنائی ہے، اسی حدیث میں آپ نے 'الم' کی مثال دے کر یہ حقیقت واضح فرمادی ہے کہ سمجھ کر یا بغیر سمجھے دونوں صورت میں پڑھے تو اس کے لئے ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ہے، جو دس نیکیوں کے برابر ہے، میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ پورا 'الم' ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ یعنی 'الم' پڑھنے میں تین حرف ہیں اور ان کے بدلے میں تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (ترمذی)

اسی طرح حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے منقول خواب میں ہے کہ قرآن کریم کے معنی مفہوم سمجھے بھی تو تلاوت بڑے فائدہ والا عمل ہے اور تقرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔ حضرت امام احمدؒ نے اپنا خواب فرمایا کہ میں نے اللہ رب العزت کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا اے رب! تقرب حاصل کرنے والے جن ذریعوں سے آپ کا تقرب حاصل کرتے ہیں ان میں سب سے افضل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے احمد! میرا کلام (قرآن مجید) ہے، پھر میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار! سمجھ کر پڑھا جائے تب یا بے سمجھے بھی؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ سمجھ کر پڑھیں یا اپنے بے سمجھے، دونوں صورتوں میں میرے قرب کا بہترین ذریعہ ہے۔ (تحفۂ حفاظ)

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ عربی سے ناواقف لوگوں کو بھی تلاوت کے دوران یہ اہتمام کرنا چاہئے کہ اخلاص وللّٰہیت، خوف وخشیت اور عاجزی وفروتنی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کیا کریں اور اپنے ذہن میں یہ خیال لائیں کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے دنیا والوں پر نازل فرمایا اور یہ کلام سراپا برکت ورحمت، نور و ہدایت اور دستور وضابطہ حیات ہے۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر اطمینان وسکون سے پڑھنا چاہیے کیونکہ شریعت کے نزدیک ایسا عمل بڑا مطلوب و محمود ہے، کتاب وسنت میں اس کی بڑی تاکید وترغیب آئی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے کہ آپؐ قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر اطمینان کے ساتھ پڑھئے۔“ (سورہ مزمل:۴) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے تاکہ اسے ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

ماضی کے جھروکے سے

تاریخ اسلام کا ایک ورق

خلیفہ اوّل

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عظمت ۴

تحریر: محمد عبدالحلیم اطہر سہروردی

حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اَنْتَ عَتِیْقٌ مِنَ النَّار تم جہنم سے آزاد ہو۔ تب سے آپ رضی اللہ عنہ کا نام عتیق ہوگیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے لقب صدیق کے حوالے سے ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی گئی اور آسمانوں پر بلایا گیا معراج سے سرفرازی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری صبح لوگوں کے سامنے اس مکمل واقعہ کو بیان فرمایا، مشرکین دوڑتے ہوئے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے۔ کیا آپ اس بات کی تصدیق کرسکتے ہیں جو آپ کے دوست نے کہی ہے کہ انہوں نے راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور آسمانوں کی سیر کی؟ آپ نے فرمایا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی یہ بیان فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے تو یقیناً سچ فرمایا ہے اور میں رسول اللہ ﷺ کی اس بات کی بلا جھجک تصدیق کرتا ہوں۔ مشرکین نے کہا، کیا آپ اس حیران کن بات کی بھی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ آج رات بیت المقدس اور آسمانوں پر گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آگئے؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آسمانی خبروں کی بھی صبح وشام تصدیق کرتا ہوں اور یقیناً وہ تو اس بات سے بھی زیادہ حیران کن اور تعجب والی بات ہے۔ پس اس واقعہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ صدیق نام سے مشہور ہوگئے۔ حضرت ابوبکر صدیق صحابی رسول سابقون اولون ہیں، داعی اسلام ہیں، آپ صدیق ہیں، عتیق ہیں، آپ یار غار ہیں، رفیق ہیں، آپ جنتی ہیں، عشرہ مبشرہ میں سرفہرست ہیں، آپ مجاہد ہیں، سالار ہیں، آپ مشیر مصطفیٰ ہیں امام ہیں آپ خلیفہ اول ہیں، امیر المومنین ہیں۔ آپ سخی ہیں، شجیع ہیں، آپ جانثار ہیں، جانباز ہیں، آپ بعد از انبیاء خیر البشر ہیں، اسی لئے اللہ رب العزت نے دنیا وآخرت میں آپ کے درجات بلند فرمائے ہیں۔

اگرچہ حضرت سیدنا صدیق اکبر کا زمانہ خلافت بہت مختصر رہا لیکن ایسے نازک ترین وقت

> **حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی جان اپنا مال اپنی اولاد ہر چیز پر اسلام اور اطاعت رسول اللہ کو مقدم رکھا اور آپ کی اس فرمانبرداری و جانثاری سے اللہ اور رسول اللہ آپ سے ایسے راضی ہوئے کہ آپ کی حیات مبارکہ میں ہی آپ کو جنت کی عظیم خوشخبری دی گئی۔**

میں آپ خلیفہ ہوئے کہ اگر کوئی اور ہوتا تو کچھ نہ کرسکتا تھا اس کے باوجود حضرت سیدنا صدیق اکبر نے جو بے مثال و بے نظیر کارنامے انجام دیئے دوسرے اور کوئی ایسا امن وامان کے زمانہ میں بھی اس سے بڑھ کر نہ کرسکتے تھے۔ اس فرد آہن کے آہنی حوصلوں اور جذبہ ایمانی کو سلام کہ نازک ترین موقعوں پر بھی ان کے فیصلوں وارادوں میں کبھی جنبش نہیں آئی، ابتداء سے انتہاء تک ایسی ثبات قدمی کا مظاہرہ کیا کہ دنیا نے نہ اس سے قبل کبھی ایسا معاملہ دیکھا نہ اس کے بعد ایسی کوئی مثال پیش کرسکی، روایتوں میں آتا ہے کہ قبول اسلام کے وقت حضرت ابوبکر صدیق چالیس ہزار درہم کے مالک تھے، لیکن ہجرت کے وقت صرف پانچ ہزار باقی رہ گئے تھے، جوانھوں نے راستہ کے خرچ کے لیے ساتھ رکھ لیا تھا، پورے پینتیس ہزار درہم حضرت ابوبکر نے اسلام کی راہ میں خرچ کیا۔ ان غلاموں وباندیوں کو آزاد کرایا جو پہلے سے ہی غلامیت کی وجہ سے نامساعد حالات سے دوچار تھے، قبول اسلام نے، ان کے کافر آقاؤں کو ظالم و جابر بنادیا، اور یہ وہ نشہ تھا، جو اذیتوں کی انتہاء کے باوجود اتر نہیں رہا تھا، حضرت ابوبکر نے ان ظالموں کو منہ مانگی قیمتیں دے کر متعدد غلاموں اور باندیوں کو آزاد کرایا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ غزوہ کے موقع پر آپ نے کچھ مال راہ خدا میں خرچ کرنے کا حکم فرمایا اس وقت حضرت عمرؓ کے دل میں خیال آیا کہ آج میں حضرت ابوبکر صدیق سے آگے بڑھ جاؤں گا چنانچہ میں کچھ مال لایا آپ نے پوچھا اے عمر اپنے اہل وعیال کیلئے کس قدر چھوڑ آئے ہو تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آدھا مال لیکر آیا ہوں اور آدھا چھوڑ آیا ہوں، پھر حضرت ابوبکرؓ اپنا مال لیکر آئے آپ نے ابوبکر سے پوچھا اے ابوبکر اپنے اہل وعیال کیلئے کس قدر چھوڑا؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے اہل وعیال کیلئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے، کل مال لیکر آیا ہوں، اس وقت حضرت عمرؓ نے بیساختہ فرمایا کہ میں حضرت ابوبکر سے کبھی سبقت نہیں کرسکتا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی جان اپنا مال اپنی اولاد ہر چیز پر اسلام اور اطاعت رسول اللہ کو مقدم رکھا اور آپ کی اس فرمانبرداری و جانثاری سے اللہ اور رسول اللہ آپ سے ایسے راضی ہوئے کہ آپ کی حیات مبارکہ میں ہی آپ کو جنت کی عظیم خوشخبری دی گئی اور انبیاء کے بعد آپ تاقیامت خیر البشر کے اعزاز سے سرفراز فرمائے گئے۔ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ۲۲/جمادی الآخر ۱۳ ہجری شب سہ شنبہ یعنی پیر اور منگل کی درمیانی رات مدینہ منورہ میں مغرب و عشاء کے درمیان تریسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں ہوا۔ حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت صدیق اکبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں سپرد لحد کیا گیا۔ اللہ پاک کی حضرت ابوبکر صدیق پر بے پناہ رحمت ہو اور ان کے صدقے ہم پر بھی اللہ کا کرم اور ہماری مغفرت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرتِ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے فیض حاصل کرتے ہوئے اپنے اقوال، اعمال اور احوال بدلنے کی توفیق عطا فرمائے اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنتوں سے ہمارے قلوب وارواح کو منور فرمائے۔ □□

علم کیسے حاصل ہوگا؟

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ علم اس وقت تک کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ کچھ نہ کچھ فقر وفاقہ اور تنگ دستی کا ذائقہ نہ چکھ لے۔ (مختصر جامع بیان العلوم ۸۸)

امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جو شخص علم دین مالی وسعت اور اپنے اعزاز کے ساتھ حاصل کرے گا وہ کبھی کامیاب نہ ہوگا، اس کے برخلاف جو شخص ذلت وعاجزی، تنگ دستی اور علم کے اکرام کے ساتھ اسے حاصل کرے گا وہی کامیاب ہوگا۔ (مختصر جامع بیان العلوم ۸۹)

تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ ناز ونعم اور فارغ البالی میں علم دین پڑھنے والے طلبہ عموماً علمی گیرائی حاصل نہیں کرپاتے، کیوں کہ مالی وسعت کی وجہ سے ان کی توجہات علم سے زیادہ آسائش وزیبائش کی طرف لگی رہتی ہیں۔ اس لئے مال دار گھرانہ کے طلبہ کے سرپرستوں کو چاہئے کہ وہ طالب علمی کے زمانہ میں ان کے پاس جیب خرچ کی زیادہ رقم نہ رہنے دیں۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا نظام حکومت (۴۲)

لیکن باوجود اس کے کہ امریکن سیاسی پارٹیوں کی کوئی واضح اور متعین سیاسی اور معاشی پالیسی یا پروگرام نہیں، ریاستہائے متحدہ کی سیاسی پارٹیاں سارے ملک کی سیاسی زندگی پر چھائی ہوئی ہیں۔ اس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

(۱) ریاستہائے متحدہ میں ہمیشہ الیکشن ہوتے رہتے ہیں، مثلاً ہر دو برس کے بعد ایوان نمائندگان کا الیکشن ہوتا ہے، سینیٹ کے ایک تہائی ممبروں کا الیکشن ہوتا ہے، اس کے علاوہ ریاستی مجلس قانون ساز (State Legislature) کا انتخاب بعض ریاستوں میں ججوں اور دوسرے انتظامی یا عاملانہ حکام کا بھی الیکشن ہوتا ہے۔ غرض کہ ہر سال کوئی نہ کوئی الیکشن ضرور ہوتا ہے۔ ان الیکشنوں کو صرف سیاسی پارٹیاں ہی لڑا سکتی ہیں۔

(۲) ریاستہائے متحدہ امریکہ میں سیاسی پارٹیوں کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ وہاں حکومت کی بنیاد دو نظریہ تفریق اختیارات (Theory of Separation of Powers) اور Theory of Checks and Balances پر ہے۔ برسر اقتدار پارٹی انتظامی (Executive) اور قانون ساز جماعت (Legislature) کے درمیان ہم آہنگی اور رابطہ قائم کرتی ہے اور اس طرح ان کے درمیان پیدا ہونے والے جمود یا تعطل (Deadlock) کو روکتی ہے۔ اگر سیاسی پارٹیاں نہ ہوتیں تو انتظامیہ اور مجلس قانون ساز کا اختلاف ساری حکومتی مشینری کو معطل اور مفلوج کرکے رکھ دیتا۔

امریکن سیاسی پارٹیاں سیاسی سے کہیں زیادہ معاشی نوعیت کی ہیں۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں ریاستہائے متحدہ کی طرح معاشی مفاد قومی سیاسیات (National Politics) پر غالب نہیں آتے۔ دراصل امریکن سیاسی پارٹیاں امریکن قوم کے مختلف معاشی طبقوں سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کی بنیاد مختلف معاشی اور مالی مفادوں سے ہے۔ مثلاً ریپبلکن پارٹی کا مفاد قوم کے صنعتی اور مالی حلقوں کے مفاد سے وابستہ ہے برعکس اس کے ڈیموکریٹک پارٹی کا تعلق ملک کے زرعی مفاد سے ہے۔ اس طرح امریکن پارٹیاں عملاً طبقاتی اور غیر نظریاتی نوعیت کی ہیں۔ ملک میں حسب ذیل طبقاتی مفاد ہیں: (۱) ملکی ضرورتوں کو پورا کرنے اور دوسرے ملکوں کے لیے سامان تیار کرنے والا صنعتی طبقہ (۲) مالی طبقہ جس میں ہر قسم کے سرمایہ لگانے والے شامل ہیں (۳) مزدور طبقہ (۴) زرعی طبقہ۔ ہر پارٹی کی پوری کوشش یہ رہتی ہے کہ وہ جس طبقے کی حامی ہے اس کے لیے زیادہ سے زیادہ معاشی فائدے حاصل کرسکے۔

گاھے گاھے باز خواں...... ہفت روزہ الجمعیۃ ۱۶ سال پہلے

ماضی کے جھروکوں سے حال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستقبل کا اشاریہ!

ہفت روزہ **الجمعیۃ** نئی دہلی

۲۳/تا۲۹/جون ۲۰۰۶ء

بی جے پی کے لیے ہندوتو کی بیساکھی کتنی کارگر ثابت ہوسکے گی؟

ہندوتو بی جے پی کا شروع سے ہی ایک اہم ایجنڈا رہا ہے۔ چونکہ یہ ایجنڈا آر ایس ایس کی دین ہے اس لیے ہر موقع پر اس کا استعمال کرکے بی جے پی سیدھے سادے ہندوؤں کو بہلا پھسلا کر اپنا مقصد حاصل کرتی رہی ہے، اس پر ہفت روزہ الجمعیۃ کے مدیر تحریر ایم ایس جامعی نے ایک اداریہ تحریر کیا تھا جو حسب ذیل ہے۔

آر ایس ایس نے اپنے قیام کے اوّل دن سے ہی ملک کی اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے تعلق سے جو موقف اختیار کیا تھا عمر کے ستر سال گزارنے کے بعد بھی وہ آج اسی موقف پر قائم ہے، اس کا ماننا ہے کہ آر ایس ایس کا ہدف ''ہندو راشٹر'' کا قیام اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب یہ ملک اقلیتوں سے پاک ہوجائے اور پھر وہ اپنے لیے ''بے ضرر'' پوزیشن قبول کرلیں جو انھیں اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب وہ اپنے مذہبی معاشرتی یا قومی حقوق سے دست بردار ہوکر دوسرے درجہ کی شہریت قبول کرنے پر آمادہ ہوجائیں۔ آر ایس ایس کے اس مقصد کے حصول کے لیے سیاسی طور پر پہلے جن سنگھ بنائی گئی اور اس کے بعد اسے بھارتیہ جنتا پارٹی کا نام دے کر ملک میں متعارف کرایا گیا۔ جن سنگھ ہو یا بی جے پی سیاسی مقصد دونوں کا یہ ہی ہے کہ ہندستان کو جس طرح بھی ممکن ہوسکے اسے ہندو راشٹر میں تبدیل کردیا جائے۔ ۱۹۸۰ء میں جب بی جے پی نے جنتا پارٹی کے بطن سے جنم لیا اس وقت اس نے اپنے تین بنیادی ہدف مقرر کیے تھے: (۱) رام مندر کی تعمیر (۲) یکساں سول کوڈ (۳) دفعہ ۳۷۰ کا خاتمہ اور یہ کہنا ہوگا کہ حالات خواہ کچھ بھی رہے ہوں بی جے پی نے اپنے یہ تینوں ہدف زندہ رکھے ہیں اور یہ ہی تینوں ہدف ہیں جن کے بین السطور میں ''ہندو راشٹر'' بہت صاف لکھا ہوا نظر آجاتا ہے۔

۱۶/مئی ۱۹۹۶ء کو جب پہلی مرتبہ مرکز میں بی جے پی برسر اقتدار آئی تھی اور محض تیرہ دن اقتدار میں رہ کر اس کی حکومت زمیں بوس ہوگئی تھی اس وقت بی جے پی حکومت کے وزیر اعظم مسٹر اٹل بہاری باجپئی نے اعلان کیا تھا کہ اب ہم اپنا ہدف حاصل کرنے کی کوشش کریں گے جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ رام مندر کی تعمیر، یکساں سول کوڈ اور دفعہ ۳۷۰ کا خاتمہ اس کی اوّلین ترجیح ہوگی مگر اپنے ایجنڈے اور ہدف کے نہ چھوڑنے کی وجہ سے انھیں دوسری نیم سیکولر پارٹیوں کا تعاون نہیں مل سکا تھا اور یہ حکومت محض تیرہ دنوں کے اندر ہی زمیں بوس ہوگئی تھی۔ اس کے بعد ۱۹۹۸ء میں متحدہ محاذ کی حکومت کے خاتمہ کے بعد جب دوبارہ پارلیمانی انتخابات ہوئے تو بی جے پی کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ جب تک وہ اپنے ایجنڈے کو ٹھنڈے بستہ میں نہیں ڈالے گی اس وقت تک اس کا اقتدار کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ بی جے پی نے دوسری پارٹیوں کے ساتھ مفاہمت اور مشترکہ پروگرام کی راہ اختیار کی اور کہنا چاہیے کہ اسے بڑی حد تک اس میں کامیابی بھی ملی۔ وہ سیکولر پارٹیوں کی بیساکھیوں کے سہارے ایک بار پھر مرکزی اقتدار تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئی۔ ۲۰۰۴ء کے پارلیمانی انتخابات تک اس کے اقتدار کا یہ سلسلہ چلتا رہا جس کا لطف اُٹھاتے ہوئے وہ نہ صرف دوسری سیاسی پارٹیوں کی بہت سی کمزوریوں کا شکار ہوگئی بلکہ وہ اپنا ہدف بھی تقریباً فراموش کرچکی تھی۔

۲۰۰۴ء کے پارلیمانی انتخابات میں اقتدار ایک بار پھر اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اب یہ اس کے لیے ایک لمحۂ فکریہ تھا۔ ایک طرف وہ اقتدار سے بے دخل ہوچکی تھی اور دوسری طرف ڈسپلن شکنی اس کا مزاج بن چکی تھی۔ اقتدار سے محروم گذشتہ دو سالوں میں اسے اپنے دو صدور تبدیل کردینے پڑے۔ ہزاروں چھوٹے بڑے کارکن اس سے دور ہوگئے اور کئی بڑے لیڈروں نے نہ صرف پارٹی ہی کو خیرباد کہا بلکہ اس کے مقابلہ میں سیاسی مورچہ بازی بھی شروع کردی جو آج اس کے لیے بری طرح دردسر بنے ہوئے ہیں۔ حالات کی ستم ظریفی یہ ہے کہ پارٹی کے حالات میں استحکام اور بہتری کی تاہنوز کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے۔ بی جے پی کی عوامی امیج بھی کافی خراب ہوچکی ہے۔ اس کا ہندو ووٹ بینک بھی اس سے کنارہ کرتا جارہا ہے۔ ابھی اپریل-مئی میں جن صوبوں میں اسمبلی انتخابات ہوئے ہیں ان میں بی جے پی زوال کے آخری کنارے پر نظر آرہی ہے۔ پارٹی کی نئی قیادت خاص طور پر اس کے نئے صدر مسٹر راج ناتھ سنگھ کے لیے یہ صورت حال ایک زبردست چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔

اپنی زوال پذیر صورت حال پر بی جے پی میں مختلف سطحوں پر تجزیاتی عمل جاری ہے اور غالباً قیادت اب اس نتیجہ پر پہنچ گئی ہے کہ جب تک پارٹی اپنے پرانے ایجنڈے پر نہیں لوٹتی اس کیلئے بہتری کا کوئی امکان نہیں ہے۔ ابھی حال ہی میں بی جے پی ورکنگ کمیٹی کا ایک اجلاس منعقد ہوا ہے جس کے صدارتی خطاب میں مسٹر راج ناتھ سنگھ نے صاف طور پر کہا ہے کہ پارٹی سے آج بھی لوگوں کو بہت سی توقعات ہیں اور پارٹی کو عوام کی ان توقعات پر پورا اترنے کے لیے اپنی شناخت کو دوبارہ حاصل کرنا ہے۔ مسٹر سنگھ نے ان موضوعات کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے جو بی جے پی کو ایک امتیازی شناخت دیتے رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب تک پارٹی عوام کو اس بات کا یقین نہیں دلادیتی کہ وہ ان موضوعات پر سنجیدہ ہے اور خواہ اسے اقتدار ملے یا نہ ملے وہ ان موضوعات سے دستبردار نہیں ہوگی اور نہ ہی حصولِ اقتدار کے لیے ان کو ملتوی کرے گی۔ اس وقت تک اسے عوام کا اعتماد نہیں مل سکتا۔ مسٹر راج ناتھ سنگھ نے رام مندر، یکساں سول کوڈ اور دفعہ ۳۷۰ کے ساتھ تبدیلئ مذہب اور او بی سی کے لیے ریزرویشن کا موضوع بھی اٹھایا ہے۔ انھوں نے تبدیلئ مذہب پر پابندی کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کرنے کا پارٹی کو مشورہ دیا ہے۔ ریزرویشن پر بھی وہ لچکدار رویہ کے حامی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بی جے پی کو چاہیے کہ وہ پسماندہ طبقات کے ساتھ رسمی ہمدردی کے بجائے واقعی ہمدردی دِکھائے اور انھیں ریزرویشن کے نام پر ملنے والی مراعات دلاکر انھیں اپنے حق میں لام بند کرنے کی کوشش کرے۔

بی جے پی صدر مسٹر راج ناتھ سنگھ نے جس دلسوزی کے ساتھ اپنے خطبۂ صدارت میں اپنے قدیم ایجنڈے پر لوٹنے کی بات کہی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ اب بی جے پی کے لیے آر ایس ایس کی سربراہی قبول کرنے اور اس کے مجوزہ ہندوتو کو عملی جامہ پہنانے کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں رہ گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بعض نام نہاد سیکولر پارٹیوں کے کندھوں پر سوار ہوکر اقتدار کی کرسی تک پہنچنے اور اب اس سے محروم ہوجانے والی بی جے پی ہندوتو کی بیساکھی کے سہارے کتنے قدم چل سکے گی اور ہندو راشٹر کے قیام کے لیے اس نے جو اہداف مقرر کیے ہیں انھیں وہ کس طرح حاصل کرسکے گی۔

رمضان المبارک اور عظمتِ قرآن کریم

تحریر: ڈاکٹر انیس الرحمٰن قاسمی

ماہ رمضان المبارک میں ایک مہتم بالشان امر کا ظہور ہوا ہے، وہ رب کائنات کی طرف سے آخری کتاب قرآن کا آخری رسول پر نازل ہونا ہے جس کے بعد قیامت تک نہ کوئی صحیفہ آئے گا اور نہ کوئی رسول۔ ارشاد ربانی ہے: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔'' (البقرۃ: ۱۸۵) غور کریں، ایک تو وحی الٰہی جو بذات خود عظمت عظیم کی حامل پھر اس پر مستزاد یہ کہ کلام الٰہی ایسا مکمل اور جامع کہ اس کے بعد کسی صحیفہ کی گنجائش ہی نہیں رہی، اسی وجہ سے قرآن مقدس کا رمضان المبارک میں نازل ہونا رمضان کے لیے باعث شرف وعظمت ہے اور قرآن مقدس کو رمضان المبارک سے خاص مناسبت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کا رمضان میں نازل ہونا، نبی عربیؐ کا رمضان میں اور مہینوں کے مقابلہ تلاوت قرآن کا اہتمام زیادہ کرنا اور جبرئیل علیہ السلام کا رمضان میں دور کرنا، تراویح میں ختم قرآن کا مسنون ہونا اور صحابہ کرام اور بزرگان امت کا رمضان میں تلاوت کلام اللہ کا خاص اہتمام کرنا یہ سب امور اس خصوصیت کو بتلاتے ہیں لہٰذا ہمیں بھی اس مہینہ میں تلاوت قرآن کے معمول کو بہ نسبت دوسرے اذکار وظائف کے زیادہ کرنا چاہیے اور اہتمام کے ساتھ تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا چاہیے۔

رمضان اور قرآن کی مشترکہ خاصیتیں

محمد عربیؐ کا فرمان ہے کہ روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا پروردگار عالم میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے باز رکھا تھا، میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرمائے اور قرآن کہے گا میں نے اس کو رات کو جگائے رکھا اس لیے میری شفاعت قبول فرمایئے، پس دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی (مشکوٰۃ:۱۷۳) تلاوت قرآن اور روزہ میں قربِ الٰہی ہے، یہ الگ بات ہے کہ دونوں کی وجہ قرب متفرق ہیں، لیکن نفس قرب ایک ہے۔ تلاوت وجہ قرب یہ ہے کہ کلام الٰہی ہے لہٰذا صاحب کلام کا متکلم سے قرب خاص ہونا بالکل عقلی چیز ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کوئی کتاب تصنیف کی اور مصنف نے کسی کو وہ کتاب پڑھتے ہوئے دیکھا تو مصنف کو قاری کے ساتھ خاص تعلق پیدا ہوجائے گا خواہ پڑھنے والا اس کی کتاب کو سمجھ کر پڑھ رہا ہو یا بغیر سمجھے تب بھی اس سے خاص محبت ہوجائے گی۔

جس طرح کلام الٰہی کی تلاوت میں خاص تشبہ بالحق ہے اسی طرح روزہ میں بھی تشبہ بالحق ہے کیونکہ رب کائنات کی شان ہے، نہ کھانا، نہ پینا، نہ زوجہ رکھنا اور روزہ میں بندۂ مومن کی یہی حالت ہوتی ہے یعنی کھانے، پینے اور جماع سے رُکنا، اللہ بے نیاز ہے اور بندہ بھی روزہ کی حالت میں ان افعال سے بے نیاز ہوتا ہے۔ روزہ اور تلاوت قرآن دونوں نورانیت کے دو پہلو ہیں۔

تلاوت کے آداب

جب تلاوت شروع کریں تو یہ ذہن میں رکھیں کہ بارگاہِ ایزدی میں بیٹھا ہوا ہوں اور اس کا کلام خود اسی کو سنا رہا ہوں اور باری تعالیٰ اپنا کلام سن کر خوش ہو رہے ہیں۔ حدیث پاک میں قرآن پاک کی تلاوت پر بڑے اجر کی بشارت دی گئی ہے۔ حضرت عائشہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں: قرآن کا ماہر ان ملائکہ کے ساتھ ہوں گے جو لوح محفوظ میں اللہ کی کتاب لکھنے والے بزرگ اور نیکوکار ہیں اور جو شخص قرآن شریف کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں دقت اٹھاتا ہے اس کو دوہرا اجر ہے۔

آپ اندازہ لگائیں کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے، یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ ماہرین کی ہر جگہ قدر ہوتی ہے لیکن یہاں اٹک اٹک کر پڑھنے والوں کی بھی اتنی عزت افزائی کی جارہی ہے کہ ان کو دوہرا اجر اللہ دینے کا وعدہ کررہا ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت میں اس قدر اجر دیا جاتا ہے کہ بندۂ مومن تصور نہیں کرسکتا۔

قرآن کو بغیر سمجھے پڑھنا بھی باعث ثواب ہے

قرآن مقدس کو بغیر سمجھے پڑھنا بھی موجب محبت حق ہے بلکہ من وجہ اس شخص کے ساتھ بہت زیادہ ہوگی وہ اس طرح کہ اس شخص کے عمل تلاوت کو اس بات پر محمول کرنا پڑے گا کہ اس کو صاحب کلام سے سوائے محبت کے اور کچھ نہیں جبھی تو اس کے کلام کو بغیر سمجھے ہوئے پڑھ رہا ہے جبکہ سمجھ کر پڑھنے والے کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مضامین سے لذت حاصل کرنے کے لیے پڑھ رہا ہے اور تلاوت کا اصل مقصد قربِ خداوندی ہے، اب کوئی خواہ سمجھ کر پڑھے یا بغیر سمجھے ہوئے ثواب کے مستحق دونوں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کلام الٰہی کو سمجھنا یا سمجھنے کی کوشش کرنا ترک کردیں بلکہ امت میں ایسے افراد کا ہونا بھی ضروری ہے جو کام الٰہی کو بالکلیہ سمجھتے ہوں تاکہ خود بھی سمجھیں اور دوسروں کو بھی سمجھائیں اور پھر امت کا ہر فرد قرآن کریم کی تلاوت اس کے معانی ومطالب کے ساتھ کرسکیں اور دین اسلام کو غیروں تک بآسانی پہنچاسکیں۔

امت مسلمہ کے فرزندو! ہم دنیوی تعلیم کے لیے تو کیا کیا نہیں کرتے، دن رات محنت ومشقت، ہزاروں روپے فیس دے کر تعلیم حاصل کرنا، نہایت عظیم الشان ہائی پروفائل اسکولوں، کالجوں میں داخلہ کے خواہاں اور قرآن کو سمجھ کے پڑھنا تو درکنار صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے کے لیے وقت نہیں۔ یہ ہے ہمارے مزاج کا حشر، پھر بھی ہم اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے نہیں تھکتے۔ اس رمضان میں عہد کریں کہ ہم اپنے بچوں کو عصری علوم کے ساتھ ساتھ قرآن مقدس کی تعلیم بھی ضرور دلوائیں گے نیز اس مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کریں کہ اخلاص نیت کے ساتھ میں قرآن کی تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ □□

ماہِ صیام پھر سے سایہ فگن ہوا ہے

ڈاکٹر نصیر احمد عادل

ماہِ صیام پھر سے سایہ فگن ہوا ہے — پرنور سارا گلشن سارا چمن ہوا ہے
ہر سمت ہوگیا ہے رب کے کرم کا سایہ — گنجینۂ خدا کو دامن میں ساتھ لایا
روزے سے ہوگئے ہیں جتنے بھی ہیں مسلماں — لب پہ ہے ذکر یزداں بڑھنے لگا ہے ایماں
قرآن کی تلاوت ہونے لگی گھروں میں — بڑھنے لگی حرارت ایمان کی رگوں میں
ہر آن ہورہی ہے اب رحمتوں کی بارش — جس جا بھی دیکھو ہر سو ہے برکتوں کی بارش
جی جس بشر کا چاہے رحمت سمیٹ لے وہ — اپنے گھروں میں رب کی برکت سمیٹ لے وہ
کرکے گنہ سے توبہ اب مغفرت کرالے — خلد بریں کا خود کو حقدار اب بنا لے
خود کو بشر جہنم سے ہر طرح بچالے — ہر معصیت کو رب سے پھر معاف اب کرالے
ہر لمحہ رب سے اپنے کرتا رہے دعائیں — سر سے وہ دور کردے دنیا کی سب بلائیں
پھر کیا پتہ کہ پائیں ہم لوگ یہ مہینہ — دامن میں آؤ بھرلیں ہاتھ آئے جو خزینہ

عادل تو بھی غنیمت اس ماہ کو سمجھ لے
ایسا نہ ہو کہ تم کو افسوس آگے آئے

قرآن کریم کی اشاعت وتبلیغ امت مسلمہ کی ذمہ داری

قرآن کریم کا اہم ترین حق یہ بھی ہے کہ قرآن اور اس کی تعلیمات کو تمام انسانوں تک پہنچایا جائے، قرآن کی دعوت (ایمان، رسالت اور آخرت کی دعوت) کو پوری دنیا میں عام کیا جائے اور قرآن کو آسمانی کتاب کی حیثیت سے پڑھنے اور سمجھنے کی دعوت دی جائے، کیونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری، عالمی اور دائمی کتاب ہے، اس میں پوری دنیا کے تمام انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کا پورا پورا سامان موجود ہے۔ کتاب وسنت میں قرآن اور اس کی تعلیمات کو عام کرنے اور دوسرے لوگوں تک پہنچانے کی بڑی تاکید آئی ہے، ایک آیت کریمہ میں ہے کہ: قرآن تمام انسانوں کے لئے ہدایت ورہنمائی کا بہترین ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''جو (قرآن سارے ہی) انسانوں کے لئے سراپا ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو صحیح راستہ دکھانے والی اور حق وباطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔'' (بقرہ:۱۸۵) نیز ایک آیت میں قرآن کی دعوت وتبلیغ اور اس کی توسیع واشاعت کا واضح حکم موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے کہ: ''یہ ذکر (قرآن کریم) ہم نے آپؐ کی طرف اتارا ہے تاکہ لوگوں کی جانب جو نازل کیا گیا ہے، آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں، شاید کہ وہ (عام لوگ) غور وفکر کریں۔'' (سورہ نحل:۴۴) اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ''اور (آپ کہہ دیجیے کہ) میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے، ان سب کو ڈراؤں۔'' (سورہ انعام:۱۹)

درحقیقت قرآن کریم بہت بڑی نعمت الٰہی ہے، اس پر ایمان لانا بڑی سعادت وخوش نصیبی کی بات ہے، اس پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ امت مسلمہ میں سے ہر فرد اس قرآن کو اور اس کی واضح ترین تعلیمات کو دوسروں تک پہونچائے کیونکہ قرآن کی تبلیغ واشاعت اہم ترین ذمہ داری ہے، چنانچہ آپ نے ایک مشہور حدیث میں امت مسلمہ کو قرآن کی توسیع واشاعت اور اس کی تعلیمات کو پھیلانے اور عام کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''میری طرف سے (تمام لوگوں تک قرآن اور اس کی تعلیمات کو) پہونچادو اگرچہ (قرآن کریم کی) ایک آیت ہی ہو۔''

کتاب وسنت کی روشنی میں قرآن کریم کے مذکورہ بالا حقوق نہایت ہی اہم اور ضروری ہیں، ان کے علاوہ بھی کچھ اور حقوق ہیں، ان تمام حقوق کو اچھے سے اچھے انداز میں ادا کرنا اللہ تعالیٰ سے، قرآن کریم سے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت والفت اور تعلق ولگاؤ کی دلیل ہے نیز قرآن کے حقوق کی ادائیگی دنیا میں خیر وبرکت کا باعث ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت، قرآن کریم کی شفاعت اور حضرت رسول اور صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کا بہترین ذریعہ ہے، اس کے برعکس قرآن کی حق تلفی دنیا میں پریشانی اور تنگی کا سبب ہے اور آخرت میں رسوائی اور ناکامی کا موجب ہے اور قیامت کے دن دربارِ الٰہی میں قرآن کے استغاثہ اور جھگڑے کا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکوہ وشکایت کا باعث ہے۔ قرآن کریم نے قیامت کے دن اپنے حق تلفی کرنے والے انسان کی پریشانی کا اور اس کے اظہار افسوس کا بڑا متاثر کن منظر پیش کرتے ہوئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت وفریاد کو اس طرح بیان کیا ہے کہ: ''اور (حضرت) رسولؐ کہیں گے کہ اے میرے پروردگار! بیشک میری امت نے اس قرآن کے ادائے حقوق کو چھوڑ رکھا تھا۔'' (سورہ فرقان:۳۰)

اور قرآن کریم حق تلفی کرنے والے سے جھگڑے گا اور اس کا جھگڑا اور استغاثہ دربارِ الٰہی میں قبول کیا جائے گا، ایک حدیث میں ہے کہ قرآن کریم ایسی سفارش کرنے والا ہے جس کی سفارش قبول کی جائے گی اور ایسا جھگڑنے والا ہے جس کا جھگڑا تسلیم کیا جائے گا۔ (ابن ماجہ) اسی طرح قرآن کے ادائے حقوق سے بے توجہی پر احادیث میں بڑی وعید آئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بعض سزاؤں کے دِکھائے جانے کے دوران) ایک شخص کا حال دکھلایا گیا جس کے سر پر ایک پتھر اس زور سے مارا جاتا تھا کہ اس کا سر کچل جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر بتلایا گیا کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام سکھلایا تھا مگر اس نے نہ رات کو اس کی تلاوت کی، نہ دن میں اس پر عمل کیا، لہٰذا قیامت تک اس کے ساتھ ہی عذاب ہوتا رہے گا''۔ (بخاری)

اللہ تعالیٰ ہم تمام امت مسلمہ کو قرآن کریم کا سچا وارث، اس کا پڑھنے پڑھانے والا، اس کے احکام کو بجالانے والا، اس کے ممنوعات سے رکنے والا اور اس کے دیگر تمام حقوق کو کماحقہٗ ادا کرنے والا بنادے اور ہم تمام کے لئے اسی قرآن کریم کو دنیا میں خیر وبرکت، قبر میں انسیت ورفاقت، قیامت میں شفاعت وحجت اور جنت میں اکرام وعزت اور ترقی درجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین، یارب العالمین! □□

عالمِ اسلام

رمضان میں 'سوبیا کا مشروب' اب پلاسٹک کی بوتلوں میں

سعودی عرب میں رمضان کی آمد کے ساتھ ہی یہاں کا معروف روایتی مشروب سوبیا کی فروخت شروع ہوجاتی ہے۔ اس سال بلدیہ کی جانب سے رمضان سے قبل سوبیا مشروب فروخت کرنے والوں کو ہدایت کردی گئی تھی کہ مشروب کو پولی تھین تھیلوں میں فروخت نہیں کیا جائے گا۔ مشروب کی فروخت کے لیے پلاسٹک کی بوتلوں کی شرط عائد کی گئی تھی۔ بلدیہ کی جانب سے ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اس سال پہلی مرتبہ روایتی مشروب 'سوبیا' کو پلاسٹک کی بوتلوں میں فروخت کیا جارہا ہے۔ سبق نیوز کی جانب سے اس حوالے سے کیے جانے والے سروے میں بتایا گیا ہے کہ مکہ ریجن میونسپلٹی کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے سوبیا فروخت کرنے والوں نے اس سال مشروب خصوصی پلاسٹک کی بوتلوں میں فروخت کرنا شروع کردیا ہے۔ واضح رہے کہ 'جو' سے تیار ہونے والا یہ مشروب رمضان کا خصوصی مشروب مانا جاتا ہے۔ رمضان کے آغاز کے ساتھ ہی مملکت کے تمام شہروں میں اس مشروب کی فروخت بڑے پیمانے پر شروع کردی جاتی ہے۔ مشروب کی فروخت کے لیے سڑکوں پر سٹال لگائے جاتے ہیں جہاں 'سوبیا' کی فروخت کا سلسلہ مغرب کی اذان سے چند لمحات قبل تک جاری رہتا ہے۔

فلپائن میں افطار اور کھجور کی تقسیم کرنے کے لئے سعودی پروگرام

سعودی وزارت اسلامی امور ودعوت ورہنمائی نے فلپائن میں افطار پروگرام اور کھجوریں تقسیم کرنے کے لیے دو پروگراموں کا افتتاح کیا ہے۔ سعودی خبررساں ادارے ایس پی اے کے مطابق یہ پروگرام منیلا میں سعودی سفارت خانے میں مملکت کے رمضان پروگرام کے تحت شروع کیے گئے ہیں جو وہ ہر سال متعدد ممالک میں نافذ کرتی ہے۔ ان پروگراموں کا مقصد فلپائن کے مسلمان خاندانوں میں تین ہزار ۵۰۰ فوڈ باسکٹ اور پانچ ٹن کھجوریں سرکاری چیرٹی اداروں کے ساتھ مل کر رمضان میں تقسیم کی جائیں گی۔ سعودی عرب نے اس سال رمضان میں مسلمانوں کے لیے ۳۴ ممالک میں افطار پروگرام شروع کیے ہیں جس کا آغاز ۲؍اپریل سے ہوا اور جس سے تقریباً ۲ء۱ ملین افراد مستفید ہوئے۔ وزارت اسلامی امور ودعوت ورہنمائی نے سعودی سفارت خانوں اور اسلامی مراکز کے ساتھ مل کر تمام براعظموں تک پہنچنے کے لیے ضروری انتظامات کیے ہیں۔

بیوی کو تھپڑ مارنے اور ذہنی اذیت دینے پر شوہر کو سزا

متحدہ عرب امارات راس الخیمہ میں سول کورٹ نے بیوی کو تھپڑ مارنے، سر کے بال کھینچنے اور ذہنی اذیت دینے پر شوہر کو قید اور ہرجانے کی سزا سنائی گئی ہے۔ الامارات الیوم کے مطابق سول کورٹ نے اپنے فیصلے میں کہا کہ شوہر نے اپنی خلیجی بیوی کو جسمانی اذیت دینے کے ساتھ سنیپ چیٹ پر نازیبا زبان استعمال کی ہے۔ عدالت نے جسمانی اور ذہنی اذیت دینے پر شوہر کو دوماہ قید، نو ہزار درہم جرمانے اور الیکٹرانک نگرانی سسٹم کی پابندی لگائی ہے۔ فیصلے پر عملدرآمد کے دوران راس الخیمہ سے باہر جانے پر پابندی ہوگی۔ راس الخیمہ سول کورٹ کے پرائمری فیصلے کے خلاف اپیل کورٹ سے رجوع کیے جانے پر جرمانے کی رقم نو ہزار درہم سے کم کرکے ۵ ہزار درہم کی گئی تاہم دیگر سزائیں برقرار رہیں گی۔

دوسرے مذاہب کی محترم شخصیتوں کا احترام اور قرآن کریم

تحریر: مولانا محمد سلمان سہرساوی

قرآن اہل مذاہب سے مکالمہ کا قائل ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ حق واضح کیا جائے اور باطل کی تردید کی جائے اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں نے اپنی الٰہی تعلیمات میں جو غلط باتیں شامل کر لی ہیں انھیں چھانٹ کر الگ کر دیا جائے لیکن وہ تاکید کرتا ہے کہ مذاکرہ ومباحث میں سنجیدگی، متانت اور شائستگی ملحوظ رکھی جائے اور ایسا لہجہ اختیار کیا جائے کہ ان کے مذہبی جذبات مجروح ہوں۔ اس سیاق میں اس نے ان شخصیتوں کے بارے میں، جن سے وہ عقیدت رکھتے ہیں، نازیبا کلمات منہ سے نکالنے سے منع کیا ہے۔ اس کی سخت تاکید ہے: اور اے مسلمانو! یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انھیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔ (الانعام)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

’’اللہ سبحانہ نے اس آیت میں بتوں کو برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے، اس لیے کہ اگر انھیں برا بھلا کہا جائے گا تو ان کی پوجا کرنے والوں کی نفرت اور کفر میں اضافہ ہوگا۔ علماء کہتے ہیں کہ اس آیت کا حکم اس امت کے لیے ہر زمانے میں باقی ہے۔‘‘ (تفسیر قرطبی)

امام رازیؒ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں: ’’اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کفار کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ اس کے جواب میں وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں نازیبا کلمات کہنے لگیں۔ اس سے اس پہلو کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ اگر تمھارا مخالف جہل اور نادانی کا مظاہرہ کرے تو تمھارے لیے جائز نہیں کہ تم بھی اسی طرح کی باتیں کرنے لگو۔ اس لیے کہ اس طرح باہم جھگڑے اور گالم گلوچ کی نوبت آسکتی ہے اور یہ عقل مندوں کا شیوہ نہیں ہے۔‘‘ (تفسیر کبیر)

قرآن پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس نے مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے سے منع کیا ہے اور انھیں دشمن کہا ہے۔ ظاہر ہے کہ دشمنوں کے بارے میں بغض ونفرت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں، ان سے کسی طرح کا تعلق نہیں رکھا جاتا، بلکہ انہیں نقصان پہنچانے کی تدبیریں کی جاتی ہیں۔ اس اعتراض پر بطور دلیل اس طرح کی آیات پیش کی جاتی ہیں: ’’اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق نہ بناوان۔‘‘ (النساء)

ایسی آیات پر ان کے صحیح تناظر میں غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اہل ایمان سے کہا گیا ہے کہ وہ کافروں کو ’اولیاء‘ نہ بنائیں۔ اولیاء ولی کی جمع ہے، اس کا مادّہ ’ول ی‘ اور مصدر ’ولاء‘ ہے ’ولاء‘ کا مفہوم یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد چیزیں اس طرح یکجا ہوں کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ ہو جو ان سے مغایر ہو۔ اسی سے استعارۃً یہ لفظ قربت کے معنی میں استعال ہونے لگا۔ خواہ قربت جگہ کی ہو، یا تعلق کی، یا مذہب کی، یا دوستی، مدد اور عقیدہ کی۔ جس شخص سے مذکورہ نوعیّتوں میں سے کسی نوعیت کا تعلق ہو اس کے لیے اور ’ولی‘ اور ’مولیٰ‘ دونوں الفاظ مستعمل ہیں۔ (المفردات فی غریب القرآن، ص۵۵۵) ایسی آیتوں میں لفظ ’اولیاء‘ انتہائی قربت کے معنی میں آیا ہے۔

ان حالات کو بھی نگاہ میں رکھنا ضروری ہے جن میں مسلمانوں کو کافروں سے انتہائی قربت کا تعلق رکھنے سے منع کیا گیا تھا، مسلمان سخت حالات سے گزر رہے تھے، ان کے خلاف ان کے دشمنوں نے جنگ برپا کر رکھی تھی اور انھیں بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے درپے تھے۔ یہود ونصاریٰ کا رویہ بھی کھلی دشمنی پر مبنی تھا۔ وہ مسلمانوں کے خلاف کافروں کا ساتھ دے رہے تھے۔ ایک تیسرا گروہ منافقین کا تھا، یہ وہ لوگ تھے جو ظاہر میں اسلام کا دم بھرتے تھے اور انھوں نے خود کو مسلمانوں میں شامل کر رکھا تھا لیکن حقیقت میں وہ کافروں سے ملے ہوئے تھے، مسلمانوں کو کوئی کامیابی ملتی تو ان کے سینوں پر سانپ لوٹتے تھے اور کچھ نقصان پہنچتا تو خوشیاں مناتے تھے۔ یہ سارے لوگ اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی پر متحد تھے، ایسے حالات میں اپنے دشمنوں سے قریبی تعلق رکھنا مسلمانوں کے لیے انتہائی خطرناک تھا۔ یہ چیز دینی حیثیت سے بھی ضرر رساں تھی اور سیاسی اعتبار سے بھی۔ اسی لیے قرآن نے الگ الگ ہر گروہ کے بارے میں وضاحت سے مسلمانوں کو تاکید کی کہ ان سے ’ولایت‘ کا تعلق نہ رکھیں۔ (ملاحظہ کیجیے آیات النساء:۱۴۴، المائدہ:۵۱، النساء:۸۹) اس معاملہ میں قرآن نے اس حد تک تاکید کی کہ جن لوگوں کے باپ اور بھائی دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے ہیں اور انھوں نے ایمان پر کفر کو ترجیح دی ہے، ان سے بھی قربت کا ویسا تعلق نہ رکھا جائے، جیسا کہ اہل ایمان کے ساتھ رکھا جاتا ہے، اس لیے کہ مبادا ان کے واسطے سے ان کے اسرار کفار تک نہ پہنچ جائیں۔ (التوبہ:۲۳)

قرآن کریم کی بعض آیات میں ان اسباب کی وضاحت کردی گئی ہے جن کی بنا پر مسلمانوں کے علاوہ دوسروں سے انتہائی قربت کا تعلق رکھنے سے منع کیا گیا ہے:

’’اے لوگو! جو ایمان لائے ہوں، تمھارے پیش رو اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے تمہارے دین کو مذاق اور تفریح کا سامان بنالیا ہے، انھیں اور دوسرے کافروں کو اپنا دوست اور رفیق نہ بناؤ۔ (سورہ مائدہ:۵۷)

سورہ ممتحنہ میں ہے: ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

اسی سورت میں آگے ہے: وہ تمھیں جس بات سے روکتا ہے وہ تو یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنھوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ کی ہے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا ہے اور تمھارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے۔ ان سے جو لوگ دوستی کریں وہی ظالم ہیں۔ (آیت:۹)

پہلی آیت میں بتایا گیا کہ ان لوگوں نے تمھارے دین کو مذاق اور کھیل بنا رکھا ہے، اس کو وہ سنجیدگی سے نہیں لے رہے ہیں، دوسری آیت میں کہا گیا کہ وہ اللہ اور تمھارے دشمن ہیں اور تیسری آیت میں یہ وضاحت کی گئی کہ وہ محض دین کی وجہ سے تم سے جنگ کر رہے ہیں، تمھیں تمھارے وطن سے نکالا ہے یا اس میں مدد کی ہے۔ یہ اسباب بجا طور پر اس بات کے متقاضی تھے کہ ان سے قریبی تعلق نہ رکھا جائے۔

یہی مضمون ایک دوسری آیت میں یوں مذکور ہے: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا دوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ، وہ تمھاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے سے نہیں چوکتے۔ تمھیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محبوب ہے۔ ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید ہے۔ (آل عمران:۱۱۸)

اس آیت میں لفظ ’بطانہ‘ کے استعمال میں بڑی بلاغت پائی جاتی ہے، بطانہ کپڑے کے اندرونی حصے کو کہتے ہیں، جو جسم سے متصل ہوتا ہے۔ بطور استعارہ اس کا اطلاق اس پر شخص پر کیا جاتا ہے جسے آدمی اپنا گہرا دوست اور ہمدم وہمراز بنالے۔ (تفسیر طبری ج۷ص۱۳۸) اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ اپنے علاوہ دوسروں سے اتنا قریبی تعلق استوار نہ کرلو کہ ان پر اپنے راز منکشف کردو، اس لیے کہ وہ لوگ تمھارے بہی خواہ نہیں ہیں، تمہیں نقصان پہنچانے کا کوئی موقع وہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور تم سے دشمنی اور نفرت ان کے رویے سے عیاں ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ غیر مسلموں سے صرف ایسے قریبی تعلق سے منع کیا گیا ہے جس سے اسلامی ریاست کے سیاسی وعسکری راز دشمنوں پر منکشف ہوجائیں اور مسلمانوں کے مسائل میں اضافہ ہوجائے اور یہ ممانعت صرف ان لوگوں سے ہے جو مسلمانوں کے ساتھ برسر جنگ ہوں یا ان کے دشمنوں کے مددگار بنے ہوئے ہوں۔ جہاں تک عام انسانی اور سماجی تعلقات رکھنے کی بات ہے وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے۔ ☐☐

غیر مسلموں سے صرف ایسے قریبی تعلق سے منع کیا گیا ہے جس سے اسلامی ریاست کے سیاسی و عسکری راز دشمنوں پر منکشف ہوجائیں اور مسلمانوں کے مسائل میں اضافہ ہوجائے اور یہ ممانعت صرف ان لوگوں سے ہے جو مسلمانوں کے ساتھ برسر جنگ ہوں یا ان کے دشمنوں کے مددگار بنے ہوئے ہوں۔ جہاں تک عام انسانی اور سماجی تعلقات رکھنے کی بات ہے وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

شاہِ خوباں آپؐ ہیں

از: فخر الاسلام نفیسی امروہوی

جانِ ایمان و یقیں ہیں، روحِ عرفاں آپؐ ہیں
جسم کا قبلہ ہے کعبہ، کعبۂ جاں آپؐ ہیں

باعثِ تسکینِ دل، راحت کا ساماں آپؐ ہیں
جاں حقیقت میں وہی ہے جس کے جاناں آپؐ ہیں

خاک ہیں اُس کی نظر میں یہ حسینانِ جہاں
جس کی نظروں کا نظارہ شاہِ خوباں آپؐ ہیں

اے خوشا! بے تابیٔ دل، باہمہ صبر و شکیب
اے زہے دردِ محبت، جس کا درماں آپؐ ہیں

زندگی بے کیف تھی قلب و نظر بے نور تھے
سازِ دل پر آج لگتا ہے غزل خواں آپؐ ہیں

آپؐ کا قول و عمل سب نور سے معمور ہے
ایک قرآنِ منزّل، ایک قرآں آپؐ ہیں

آپؐ ہی کی ذات کے اجمال کی تفصیل ہیں
گویا صدیقؓ و علیؓ، فاروقؓ و عثمانؓ آپؐ ہیں

آپؐ سے ہے جس کو نسبت، مجھ کو بھی ہے وہ عزیز
میری ہر وابستگی کا صرف عنواں آپ ہیں

مجھ پہ مت ڈالو عزیزو! تم حقارت کی نظر
میں تو واللہ کچھ نہیں، پَر میرا ارماں آپؐ ہیں

ظلمتِ غم چھٹ ہی جائے گی نفیسی ایک دن
تیرگیٔ دل بھی سن لے ماہِ تاباں آپؐ ہیں

عالمی خبریں

سری لنکا میں معاشی بحران کیخلاف احتجاجی مظاہرے، ایمرجنسی نافذ

سری لنکا میں معاشی بحران کی وجہ سے جاری احتجاجی مظاہروں کے باعث صدر راج پکسے نے ملک میں ایمرجنسی نافذ کر دی ہے۔ خبر رساں ادارے روئٹرز کے مطابق صدر راج پکسے نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ملک میں ایمرجنسی نافذ کرنے کا فیصلہ سلامتی، امن عامہ کا تحفظ اور ضروری خدمات کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے کیا گیا ہے۔ احتجاجی مظاہروں پر قابو پانے کے لیے پولیس نے ۵۳/افراد کو گرفتار کیا اور کولمبو میں کرفیو بھی نافذ کی تھی۔ مظاہرین صدر سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ سری لنکن صدر کی رہائش گاہ کے قریب مظاہرین نے گاڑیوں کو آگ بھی لگائی۔ ایک سرکاری عہدیدار کا کہنا ہے کہ جھڑپوں کے دوران ۲۰ سے زائد پولیس اہلکار زخمی ہوئے ہیں۔ بدترین معاشی بحران کے علاوہ سری لنکن شہریوں کو بجلی کی طویل لوڈ شیڈنگ کا سامنا بھی ہے۔ شہریوں کو پیٹرول کے لیے کئی گھنٹے انتظار کرنا پڑ رہا ہے۔

بائیڈن سے ملاقات کے بعد سی آئی اے ڈائریکٹر کورونا کا شکار

امریکی انٹیلی جنس ایجنسی کے ڈائریکٹر ولیم برنز کا کورونا ٹیسٹ صدر جو بائیڈن سے ملاقات کے بعد مثبت آ گیا ہے۔ انہوں نے ۳۱/مارچ کو جو بائیڈن سے ملاقات کی تھی۔ سی آئی اے کی جانب سے ایک بیان میں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ ملاقات کے وقت انہوں نے سماجی فاصلے کا خیال رکھا اور این ۹۵ ماسک پہن رکھا تھا۔ سی آئی اے کے مطابق اس ملاقات اور بات چیت کو سی ڈی سی کے ہدایت نامے کی روشنی میں قریبی رابطہ نہیں کہا جاسکتا۔ ۶۵ سالہ برنز نے ویکسی نیشن کروا رکھی تھی جبکہ بوسٹر شاٹ بھی لگوائی تھی، تاہم روٹین کے پی سی آر ٹیسٹ میں ان کو بیماری لاحق ہونے کا انکشاف ہوا ہے۔ رپورٹ کے مطابق برنز میں مرض کی معمولی علامات سامنے آئی ہیں اور اب وہ گھر سے کام کریں گے اور پانچ روز بعد ان کا پھر سے ٹیسٹ کیا جائے گا اور نگیٹو ہونے پر دفتر واپس آئیں گے۔ جو بائیڈن کی عمر ۷۹ سال ہے اور وہ اب تک کے امریکہ کے سب سے عمر رسیدہ صدر ہیں، انہوں نے بدھ کو اپنی دوسری بوسٹر شاٹ لی تھی۔ کورونا سامنے آنے کے بعد وائٹ ہاؤس کے لیے سخت حفاظتی اقدامات کیے گئے جن کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

انڈیا روس پر بھروسہ نہیں کرسکتا: امریکہ کا انتخاب

انڈیا اور روس کے درمیان تعلقات کی گرم جوشی پر امریکہ نے اپنے اتحادی ملک انڈیا کو خبردار کیا ہے کہ وہ ماسکو پر انحصار نہیں کرسکتا۔ فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق امریکہ نے انڈیا کو ایسے موقع پر متنبہ کیا ہے جب روسی وزیر خارجہ سرگئی لاروف سرکاری دورے پر انڈیا میں ہیں۔ اس دوران وہ مودی حکومت کو آمادہ کرنے کی کوشش کریں گے کہ مغربی ممالک کے دباؤ میں آکر یوکرین جنگ کی مذمت نہ کریں۔ خیال رہے کہ روس کے یوکرین پر حملے کے خلاف اقوام متحدہ میں پیش ہونے والی قرارداد پر ووٹنگ سے انڈیا نے گریز کیا تھا۔ علاوہ ازیں جنگ کے بعد سفارتی سطح پر پیدا ہونے والی کشیدہ صورت حال کے باوجود انڈیا، روس سے تیل خرید رہا ہے۔ دوسری جانب ایشیائی پیسفک خطے میں چین کے جارحانہ اقدامات پر انڈیا کئی مرتبہ اپنے خدشات کا اظہار کرچکا ہے۔

شب قدر: سورۃ القدر کے آئینے میں

تحریر: مولانا ابوالمکارم معروفی

رب کریم نے امت محمدیہ کو جن خصوصی نوازشات اور انعامات سے سرفراز کیا ہے، ان میں سے ایک بیش قیمت انعام شب قدر ہے، یہ بابرکت اور خیر وخوبیوں سے معمور رات صرف امت محمدی کو عطا کی گئی ہے، اس رات کی اہمیت وعظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ بزرگ وبرتر نے اس رات کے فضائل وبرکات اورانوارات کو بیان کرنے کے لیے اپنے مقدس کلام میں ایک مستقل سورہ 'سورۃ القدر' کے نام سے نازل کی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس مقدس رات کے فضائل وبرکات کا تذکرہ کیا ہے۔

شب قدر کیوں عطا کی گئی

امت محمدیہ کو شب قدر کا انمول تحفہ کیوں دیا گیا، اس کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ ابن ابی حاتم نے مجاہد سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک مجاہد کا حال ذکر کیا، جو ایک ہزار مہینے تک مشغولِ جہاد رہا، کبھی ہتھیار نہیں اتارے۔ مسلمانوں کو یہ سن کر تعجب ہوا، اس پر سورۃ القدر نازل ہوئی اور یہ رات عطا کی گئی جس میں اس امت کے لیے صرف ایک رات کی عبادت کو اس مجاہد کی عمر بھر کی عبادت یعنی ایک ہزار مہینے سے بہتر قرار دیا گیا ہے، اور ابن جریر نے بروایت مجاہد ایک دوسرا واقعہ یہ ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد کا یہ حال تھا کہ ساری رات عبادت میں مشغول رہتا، اور صبح ہوتے ہی جہاد کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا اور دن بھر جہاد میں مشغول رہتا، ایک ہزار مہینے اس نے اسی طرح مسلسل عبادت میں گذار دیئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ القدر نازل فرما کر اس امت کو شب قدر عطا کی اور اس امت کی فضیلت سب پر ثابت فرمادی۔ (تفسیر مظہری)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ. اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ (۱) وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ (۲) لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ (۳) تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوۡحُ فِیۡہَا بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ ۚ مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍ (۴) سَلٰمٌ ۟ۛ ہِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ (۵)

ترجمہ: بیشک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا (۱) اور آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے (۲) شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے (۳) اس رات میں فرشتے اور روح اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر امر کو لے کر (۴) وہ (رات) سراپا سلام ہے اور یہ طلوع فجر تک رہتی ہے (۵)

قرآن کریم جو لوحِ محفوظ میں درج ہے، وہاں سے سمائے دنیا پر شب قدر میں اتارا گیا، پھر اسی شب میں سمائے دنیا سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر اس کے تدریجی نزول کا آغاز ہوا، جب آپ کی عمر مبارک ۴۰ سال کی تھی۔

اس رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں (یعنی تراسی سال) سے زائد کی عبادت اور نیکی سے بہتر ہے، بلکہ اس سے بھی زائد پھر بہتر ہونے کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، دوگنی یا چوگنی یا دس گنی یا سوگنی یا اس سے بھی زائد سب احتمالات ہیں۔

اللہ کے حکم سے روح القدس (حضرت جبریل علیہ السلام) فرشتوں کے ہجوم میں نیچے اترتے ہیں، تاکہ عظیم الشان خیر وبرکت سے زمین والوں کو مستفیض کریں، یہ بھی ممکن ہے کہ روح سے مراد فرشتوں کے علاوہ کوئی اور مخلوق ہو، غرض اس مبارک شب میں باطنی حیات اور روحانی خیر وبرکت کا ایک خاص نزول ہوتا ہے۔

انتظام عالم کے تعلق سے سال بھر کے قضا وقدر کے حکیمانہ واٹل فیصلے اسی عظیم الشان رات میں لوح محفوظ سے نقل کر کے ان فرشتوں کے حوالے کئے جاتے ہیں، جو شعبہائے تکوینیات میں کام کرنے والے ہیں، ان تقدیری امور کے نفاذ کی تعیین کے لیے یا ہر قسم کے امر خیر کو لے کر فرشتے روئے زمین پر اترتے ہیں۔

یہ رات سراپا سلام وسلامتی ہی ہے اور خیر ہی خیر ہے، اس میں شر کا نام نہیں۔ (قرطبی) یہ امن وچین اور دلجمعی کی رات ہے، اس میں اللہ والے عجیب وغریب طمانیت اور لذت وحلاوت اپنی عبادت کے اندر محسوس کرتے ہیں اور یہ نزولِ برکت ورحمت کا اثر ہوتا ہے، جو روح وملائکہ کے توسط سے ظہور میں آتا ہے، بعض روایتوں میں ہے کہ اس رات حضرت جبریل اور فرشتے عابدین وذاکرین پر صلاۃ وسلام بھیجتے ہیں، اور ان کے حق میں رحمت وسلامتی کی دعائیں کرتے ہیں۔

شب قدر کے یہ انوار وبرکات رات کے کسی حصہ کے ساتھ مخصوص نہیں؛ بلکہ شروع رات ہی سے فرشتوں کے نزول وصعود، عابدین وذاکرین کے لیے دعاء وسلام اور خیر وبرکت کا سلسلہ صبح تک رہتا ہے، اس طرح وہ پوری رات مبارک ہے۔ (تفسیر عثمانی)

شب قدر کس رات میں ہوتی ہے

اتنی بات تو قرآن کریم کی تصریحات سے ثابت ہے کہ شب قدر ماہِ رمضان المبارک میں آتی ہے مگر تاریخ کے تعین میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جو چالیس تک پہنچتے ہیں، مگر 'تفسیر مظہری' اور 'اوجز المسالک' میں ہے کہ ان سب اقوال میں صحیح یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے مگر آخری عشرہ کی کوئی خاص تاریخ متعین نہیں؛ بلکہ ان میں سے کسی بھی رات میں ہوسکتی ہے، وہ ہر رمضان میں بدلتی بھی رہتی ہے اور اس دس میں سے خاص طاق راتیں، یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹، میں ازروئے احادیث صحیحہ زیادہ احتمال ہے، اس قول میں وہ تمام احادیث جو شب قدر کی تعیین کے متعلق آئی ہیں، جمع ہوجاتی ہیں، جن میں ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹؍راتوں میں شب قدر ہونے کا ذکر آیا ہے، اگر شب قدر کو ان راتوں میں دائر اور ہر رمضان میں منتقل ہونے والی قرار دیا جائے، تو یہ سب روایاتِ حدیث اپنی اپنی جگہ درست اور ثابت ہوجاتی ہیں، کسی میں تاویل کی ضرورت نہیں رہتی، اسی لیے اکثر ائمہ فقہاء نے اس کو عشرہ اخیرہ میں منتقل ہونے والی رات قرار دیا ہے، ابوقلابہ، امام مالک، احمد بن حنبل، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، ابوثور، مزنی، ابن خزیمہ وغیرہ سب نے یہی فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **تحروا لیلۃ القدر فی العشر الاواخر من رمضان** (بخاری) یعنی شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **فاطلبوھا فی الوتر منھا** (صحیح مسلم) یعنی شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

حاصل یہ ہے کہ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کونسی رات میں اس کی زیادہ امید ہے، تو اکثر حضرات کے نزدیک ستائیسویں شب کو شب قدر کا زیادہ امکان ہے، حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں: شب قدر رمضان کی ستائیسویں رات میں ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم، سنن ترمذی)

شب قدر کے فضائل

اس رات کی سب سے بڑی فضیلت تو وہی ہے جو سورۃ القدر میں بیان کی گئی ہے کہ اس ایک رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں سے زائد کی عبادت سے بھی بہتر ہے، اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شب قدر میں عبادت کے لیے کھڑا رہا، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہوگئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر میں وہ تمام فرشتے جن کا مقام سدرۃ المنتہیٰ پر ہے، جبریل امین کے ساتھ دنیا میں اترتے ہیں اور کوئی مومن مرد یا عورت ایسے نہیں جس کو وہ سلام نہ کرتے ہوں، بجز اس آدمی کے جو شراب یا خنزیر کا گوشت کھاتا ہو، اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شب قدر کی خیر وبرکت سے محروم رہا، وہ بالکل ہی محروم وبدنصیب ہے۔ (معارف القرآن)

شب قدر میں پڑھنے کی دعا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر میں شب قدر کو پاؤں تو کیا دعا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دعا کرو: "**اللھم انک عفو تُحب العفو فاعف عنی**" یااللہ! آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور معافی کو پسند کرتے ہیں، میری خطائیں معاف فرمائیے۔ (ترمذی، مسند احمد) □□

رمضان کا مہینہ —— حافظ بھاگلپوری

ہر ماہ سے بہتر ہے رمضان کا مہینہ — نیکی کا اِک شجر ہے رمضان کا مہینہ
برکت بھری ہوئی ہے اس ماہِ مبارک میں — رحمت کا سمندر ہے رمضان کا مہینہ
قرآن کو اُتارا اللہ نے اسی میں — کتنا یہ معتبر ہے رمضان کا مہینہ
یٰسین کو قرآن کا مانا گیا ہے دل — ہر ماہ کا جگر ہے رمضان کا مہینہ
ہر ایک شب سے بڑھ کے فضیلت بھری ہوئی — رکھتا شب قدر ہے رمضان کا مہینہ
میں اجر بانٹتا ہوں لینا ہو جس کو لے لو — کہتا یہی گھر گھر ہے رمضان کا مہینہ
ہر ماہ ایک نیکی کا ایک اجر دیتا — دیتا مجھے ستر ہے رمضان کا مہینہ
اے صائمو! مگر تم اس پر یقین کرلو — جنت کی اِک ڈگر ہے رمضان کا مہینہ
رکھتے ہیں جو کہ روزہ بخشش کا اس کی ذمہ — لے لیتا اپنے سر ہے رمضان کا مہینہ
حافظ میں پڑھاتا بھی پڑھتا بھی تراویح
میرے لیے خوشتر ہے رمضان کا مہینہ

رمضان اور فضائل تلاوت قرآن مجید

عباداللہ اسلامی

قرآن شریف جسے اللہ رب العزت نے رمضان المبارک کی سب سے بابرکت رات لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل فرما کر بیت العزۃ میں رکھ دیا۔ **شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن** (سورہ بقرہ:۱۸۵)

اس کی تلاوت کی بڑی فضیلت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من قرأ حرف من کتاب اللہ فلہ بہ حسنۃ، والحسنۃ بعشر امثالھا لااقول الٓمٓ حرف ولکن الف حرف ولام حرف و میم حرف.** (ترمذی:۲۹۱۰)

تلاوت قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، اس کی رضا اور اس کی منشا کو حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ خیر کے کام کرتے تھے۔ اور آپ سب سے زیادہ خیر کے کام رمضان المبارک میں کرتے جبکہ حضرت جبرئیل آپ سے ملتے۔ اور حضرت جبرئیل آپ سے رمضان المبارک کی ہر رات کو ملتے۔ اور دوران ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قرآن مجید سناتے۔ لہٰذا جب حضرت جبرئیل ملتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیز ہوا سے بھی زیادہ جلدی کرتے ہوئے خیر کے کاموں کی طرف سبقت لے جاتے۔ (**البخاری، الصوم باب اجود ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان**)

معلوم یہ ہوا کہ قرآن مجید کا رمضان المبارک کے مہینے سے گہرا تعلق ہے، اس لیے بھی کہ نیکیوں کا موسم بہار رمضان میں قرآن مجید کی تلاوت خاص اہمیت رکھتی ہے، نیز کورونا سے بچاؤ کے لیے مضر اشیاء سے احتراز، مفید ادویہ کا استعمال الغرض ہر طرح کی احتیاطی اقدامات کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی تلاوت بھی انتہائی ضروری ہے کیونکہ قرآن مجید میں شفا ہے، اللہ رب العزت کا فرمان ہے: **وننزل من القرآن ماھو شفا ورحمۃ للمومنین.** (الاسراء:۸۲)

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید میں اعتقادی وروحانی بیماریوں کے ساتھ ساتھ جسمانی بیماریوں کے لیے بھی شفا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوتے تو معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: **ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتکی یقرؤ علی نفسہ بالمعوذات و ینفثا** (البخاری:۵۰۲۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو اپنے اوپر معوذات پڑھ کر دم کرتے۔ پھر جب آپ کی بیماری میں شدت پیدا ہوئی تو میں آپ پر دم کرتی لیکن آپ ہی کا ہاتھ پکڑ کر آپ پر پھیرتی تھی، آپ کے ہاتھ کی برکت کی امید کرتے ہوئے۔

نہ جانے کتنے لوگ اس خطرناک وائرس کے لگتے ہی اس دنیا سے رخصت ہوگئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں زندگی دی اس لیے بھی ہم اپنے لیے ماہِ رمضان المبارک کو غنیمت جان کر قرآن مجید کی آیات سے مستفید ہونا چاہیے۔ اپنے آپ کو سیدھی راہ کی طرف گامزن کریں، جس کی دعائیں ہم میں کا ہر کوئی اپنی ہر نماز میں کرتا: **اھدنا الصراط المستقیم.** (الفاتحہ:۵)

اور اپنے گھروں میں قرآن مجید کی خوب تلاوت کریں کیونکہ جس گھر میں قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہو اس گھر سے شیطان بھاگ جاتا ہے، صحیح مسلم میں حدیث ہے: **ان الشیطان ینفر من البیت الذی تقراؤ فیه سورۃ البقرۃ** (المسلم:۷۸۰) بیشک شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جائے۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

صفحہ تحفظ ختم نبوت

جنگ آزادی میں قادیانی جماعت کا شرمناک کردار (۱)

تحریر: مولانا معیز الدین احمد قاسمیؒ

ہندوستان میں برطانوی سامراج کے تسلط سے لے کر آزادیٔ ملک کی تاریخ ۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء تک کوئی لمحہ ایسا نہیں پایا جاتا کہ قادیانی جماعت نے جدوجہدِ آزادی میں حصہ لیا ہو یا کبھی اس جماعت نے برطانیہ سے ہندوستان چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا ہو بلکہ اس کے برخلاف سرفروشانِ وطن اور مجاہدینِ آزادی کی مخالفت، بیخ کنی اور گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری، خیرخواہی، خوشامد، کاسہ لیسی اور خداوندانِ برطانیہ کے حضور نذرانے، شکرانے، سپاس نامے اور ان کے استحکام کی دعائیں اس جماعت کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ جب پورا ملک بلاتفریق مذہب وملت سامراجی نظام کے خلاف علم بغاوت بلند کرکے میدانِ جہاد میں سربکف تھا۔ اس وقت مرزا غلام احمد کا خاندان برطانوی پرچم تلے اپنی وفاداری کا مظاہرہ کررہا تھا اور آنجہانی مرزا انگریزوں کی حمایت میں پمفلٹ، رسالے اور کتابیں شائع کرکے مجاہدینِ حریت کے جذبۂ جہاد کو فنا کرنے میں لگا ہوا تھا۔ آزادیٔ وطن کی مشہور تحریکات میں اس سامراج پرست جماعت کا جو رول رہا ہے اس کا ایک سرسری جائزہ ان کی ہی تحریروں اور بیانات کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) **انقلاب** ۱۸۵۷ء

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں باشندگانِ وطن جذبۂ سرفروشی سے سرشار ہوکر برطانوی سامراج سے دوبدو ٹکر لے رہے تھے اور انگریزی مظالم و استبداد کا مردانہ وار مقابلہ کررہے تھے۔ اس وقت مرزا آنجہانی اپنی جوانی کی رنگ رلیوں میں مصروف تھے اور ان کا خاندان برطانوی سامراج کو کمک پہنچا رہا تھا اور انگریز فوجوں کے ساتھ مجاہدینِ آزادی کو تہہِ تیغ کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا تھا، جس کا اعتراف مرزا نے اپنی مستند تالیفات میں کیا ہے بلکہ فخریہ انداز میں برطانوی سامراج کے لیے اپنی اور اپنے خاندان کی خدمات کو شمار کرایا ہے۔ اپنے والد کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

(الف) ''۱۸۵۷ء کے مفسدہ کے وقت اپنی تھوڑی سی حیثیت کے ساتھ پچاس گھوڑے مع پچاس جوانوں کے اس محسن گورنمنٹ کی امداد کے لیے دیئے اور ہر وقت امداد اور خدمت کے لیے کمربستہ رہے یہاں تک کہ اس دُنیا سے گزر گئے۔'' (ضمیمہ تریاق القلوب، ص: ب، خزائن: ۱۵/ ۴۸۸)

(ب) اپنے بھائی مرزا غلام قادر کی خدمات کا تذکرہ یوں کرتا ہے: ''میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدماتِ سرکاری میں مصروف رہا اور جب تموں (گورداسپور) کی گذر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔'' (کتاب البریہ، ص ۵، روحانی خزائن: ۱۳/ ۶)

(ج) ۱۸۵۷ء کے جانباز مجاہدین کے کارناموں کو سراہنے کے بجائے ان کا بڑے گھناؤنے انداز میں تذکرہ کرتا ہے: ''جب ہم ۱۸۵۷ء کی سوانح دیکھتے ہیں اور اس زمانے کے مولویوں کے فتویٰ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم بحرندامت میں ڈوب جاتے ہیں کہ یہ کیسے مولوی تھے اور کیسے ان کے فتوے تھے جن میں نہ رحم تھا نہ عقل تھی نہ اخلاق نہ انصاف، ان لوگوں نے چوروں اور قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ کرنا شروع کیا اور اس کا نام جہاد رکھا۔'' (حاشیہ ازالہ اوہام، ص ۴۹۰، ج ۲)

(۲) ۱۸۵۷ء **کے بعد جذبۂ حریت کو سبوتاژ کرنے کے لیے آنجھانی مرزا کی خدمات**

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں اگرچہ ہندوستانیوں کو شکست سے دوچار ہونا اور سامراجی ظلم وتشدد کا نشانہ بننا پڑا مگر ان کا جذبۂ حریت فنا نہ ہوا۔ انگریزوں نے اس کام کے لیے بہت سے غدارانِ وطن کا انتخاب کیا، ان میں مرزا غلام احمد قادیانی کا نام سرفہرست ہے جس نے پوری عمر برطانوی سامراج کی تائید وحمایت اور مجاہدینِ آزادی کی مخالفت میں گذاری۔ یہ ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے جس کے لیے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں، خود اس کا متعدد تحریروں میں یہ اعتراف ہے کہ: ''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت میں گزرا ہے۔'' (تریاق القلوب، ص ۱۵، روحانی خزائن: ۱۵/ ۱۵۵)

اور اس کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود کا بیان ہے کہ: ''(مرزا صاحب نے) لکھا ہے کہ میں نے کوئی کتاب یا اشتہار ایسا نہیں لکھا جس میں گورنمنٹ کی وفاداری اور اطاعت کی طرف اپنی جماعت کو متوجہ نہیں کیا۔'' (الفضل، جلد ۵، شمارہ ۱۳، ص ۴، مورخہ ۱۴؍اگست ۱۹۱۷ء)

گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری تو اس جماعت میں داخلہ کے شرائط میں سے ہے۔ ۱۷؍ستمبر ۱۹۱۹ء کو گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں ۵۱ سرکردہ قادیانی حضرات نے ایڈورڈ میکلگن گورنر پنجاب کو سپاسنامہ پیش کیا جس میں اس کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ: ''جناب جماعتِ احمدیہ کو ملک معظم کا نہایت وفادار اور سچا خادم پائیں گے کیونکہ وفاداریٔ گورنمنٹ جماعت احمدیہ کی شرائطِ بیعت میں سے ایک شرط رکھی گئی ہے اور بانیٔ سلسلہ نے اپنی جماعت کو وفاداریٔ حکومت کو اس طرح بار بار تاکید کی ہے کہ اس کی ۸۰ کتابوں میں کوئی کتاب بھی نہیں جس میں اس کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔'' (الفضل قادیان، ج ۷، نمبر ۴۸، ص ۱۲، مورخہ ۲۲؍دسمبر ۱۹۱۹ء)

مرزا آنجہانی کی ان ہدایات کے پیشِ نظر اس جماعت نے ہمیشہ برطانوی سامراج سے وفاداری، ہمدردی اور خدمت گزاری کا فریضہ انجام دیا اور اپنے آقائے نعمت انگریز کے زیر سایہ پروان چڑھتے رہے۔

(۴) ۱۹۰۵ء کے لگ بھگ جب بنگال وغیرہ میں استخلاصِ وطن کی سرفروشانہ تحریکیں اُٹھیں اور ایوانِ برطانیہ میں کھلبلی مچی تو مرزا آنجہانی نے اپنی جماعت کو تاکیدی نصیحت کی کہ:

''چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں میں بعض جاہل اور شریر لوگ اکثر ہندوؤں میں سے اور کچھ مسلمانوں میں سے گورنمنٹ کے مقابل پر ایسی ایسی حرکتیں ظاہر کرتے ہیں جن سے بغاوت کی بو آتی ہے بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ ان طبائع میں پیدا ہوجائے گا اس لیے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقاماتِ پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہیں جو بفضلہ تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا ہے، نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری تعلیم کو خوب یاد رکھیں جو قریباً سولہ برس سے تقریری اور تحریری طور پر ان کے ذہن نشین کرتا آیا ہوں یعنی کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں کیونکہ وہ ہماری محسن گورنمنٹ ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات، ص ۵۸۲-۵۸۳، ج ۳)

(جاری)

تمھیں محمدؐ کا عشق اب بھی پکارتا ھے

سنو محمدؐ کا نام نامی زبان اپنی پہ لانے والو
اسی کے صدقے سے ملنے والی کتابِ ہستی سجانے والو
اسے حرا میں رُلانے والو، اسے محبت جتانے والو
مگر محمدؐ کے دشمنوں سے، محبتوں کو بڑھانے والو
تمہارے اندر نبیؐ کی الفت کی اک رمق بھی نہیں رہی ہے
تمہارے چہرے پہ اس کی یادوں کی ایک جھلک بھی نہیں رہی ہے
نبیؐ سے عشق ووفا نبھانے کے دعویدارو
ذرا محمدؐ کے پیار کا اپنے واسطے تم مقام دیکھو
گریباں اپنے بھی جھانک دیکھو، اس نبیؐ کی محبتوں کا مقام دیکھو
کہ جس نے امت سے پیار کرنے پر چمن طائف میں زخم کھائے
وہی محمدؐ کہ جس نے اپنے تمام آنسو خدا کے آگے تمہاری خاطر ہی ہیں بہائے
شہید دندان بھی کرائے! شدید صدمات بھی اٹھائے
وہی محمدؐ کہ جس نے تم کو ہیں درس انسانیت سکھائے
وہی محمدؐ کہ جس نے تمہارے پیار خاطر ہی اپنا آبائی شہر چھوڑا
وہی محمدؐ کہ جس نے فاقے تو کرلئے پر نہ تم سے عہد وفا کو توڑا
وہی محمدؐ کہ جس کے ہونٹوں سے پتھروں کے عوض دعاؤں کے پھول برسے
وہی محمدؐ کہ جس کی چند مسکراہٹوں پر خدا تمہارے گناہ بخشے
اسی کی روح عظیم تمہاری الفتوں کو تلاش کرنے میں سرگرم ہے
مگر تمہاری محبتوں کے خزانے خالی پڑے ہیں لوگو!
تمہارے آقا تمہاری غیرت کو دیکھ کر چپ کھڑے ہیں لوگو
نبی کے دشمن بڑے ہیں لوگو، کفر کے پہرے کڑے ہیں لوگو
مگر ہم اپنی محبتوں پر رسولؐ سے بیوفائیوں کے لبادے اوڑھے کھڑے ہیں لوگو!
ہمارے آقا ہماری چاہت کو دیکھ کر چپ کھڑے ہیں لوگو!

سنو! محمدؐ کا نام سنتے ہی آنسوؤں کو بہانے والو!
سنو! محمدؐ کے منہ سے نکلے حروف کو بیچ کھانے والو!
سنو! نبیؐ کے نقوش پا کی تلاش میں نکلے راستوں کو مٹانے والو!
سنو! محمدؐ کے دشمنوں سے محبتوں کو بڑھانے والو!
تمہیں ذرا بھی خبر نہیں ہے، کہ قادیانی تمہارے آقا کی عصمتوں کو
طویل مدت سے ماند کرنے میں سرگرم ہیں
وہ کب سے تمہاری بے بسی اور بے حسی پر
خوشی کے نعرے لگا رہے ہیں، نبیؐ کے دیں کو مٹا رہے ہیں
بنائے اسلام ڈھا رہے ہیں
تمہیں تمہارے عظیم آباء سے ملنے والی، میراث عشق محمدی کو مٹا رہے ہیں
سنو! محمدؐ کا دیں بچانے فلک سے کوئی نہیں آئے گا
تفرقہ بازی کے بت گرانے فلک سے کوئی نہیں آئے گا
نجاست قادیاں مٹانے فلک سے کوئی نہیں آئے گا
نبیؐ سے عہد وفا نبھانے فلک سے کوئی نہیں آئے گا
سنو محمدؐ کے بے وفاؤ، تمہیں کو اپنے نبیؐ سے وعدے نبھانے ہوں گے
تمہیں کو امت کو ایک رستے پہ لانا ہوگا
تمہیں کو ہی دشمنان امت دبانے ہوں گے، تمہیں کو فتنہ قادیاں کو مٹانا ہوگا،
نبیؐ سے عشق ووفا نبھانے کے دعویدارو!
تمہیں محمدؐ کا عشق اب بھی پکارتا ہے، خدا بھی بھٹکے ہوؤں کے رستے سنوارتا ہے
چلو خدارا! منافقت کے قبیح لبادے اتار ڈالیں
نبیؐ کے دشمن اُجاڑ ڈالیں، خدا کی رحمت پکار ڈالیں، چلو کہ فتنہ قادیاں کو
جڑوں سے اس کی اکھاڑ ڈالیں، چلو کہ اپنے لہو کو عشق محمدیؐ پر نثار ڈالیں

سید منظور الحسن شاہ

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی
خصوصی پیشکش
تحفظ ختم نبوت نمبر
انشاء اللہ العزیز انتہائی آب وتاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے
مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کی
حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دھلی کی
خصوصی اشاعت
مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ نمبر
اپنی تمام تر خوبیوں، بہترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ھے۔
صفحات ۱۹۶ | سائز: ۲۳×۳۶/۸ | قیمت -/150
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489

قرآن کریم میں دھوپ اور سایہ کا ذکر اور سائنسی تحقیقات

تحریر: پروفیسر وسیم احمد

اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت ورحمت کائنات کی ہر چیز سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ رب العالمین ہے۔رحمٰن ورحیم ہے۔(الفاتحہ)اس کی رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:''اور میری رحمت تمام اشیاء پر محیط ہے۔'' (اعراف:۱۵۶) دوسری جگہ ارشاد ہے:''اور اس (اللہ) نے سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ لگا تار چلے جارہے ہیں اور رات اور دن کو تمہارے لئے مسخر کیا اور تم کو وہ سب کچھ دیا جو تم نے مانگا (یعنی تمہاری فطرت کی ہر مانگ پوری کی) اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ بیشک انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔''(ابراہیم:۳۳-۳۴)

تفہیم القرآن میں ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے مولانا مودودی نے لکھا ہے کہ مسخر کرنے کا مطلب ان کو ایسے قوانین کا پابند بنانا ہے، جس کی بدولت یہ انسان کے لئے نافع ہو گئے ہیں۔اللہ کی رحمتوں اور نعمتوں کا کسی ایک زاویے سے بھی احاطہ کر پانا ناممکن ہے۔اس مضمون میں دھوپ اور سایے کے تعلق سے ان پر کچھ نظر ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔دھوپ اور سایہ بظاہر متضاد چیزیں ہیں۔سایے کو عام طور پر راحت اور آرام کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ دھوپ میں بظاہر ایسا نہ ہو لیکن ذرا غور کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ دھوپ خود کاروبارِ زندگی کے لئے نہایت اہم اور ضروری ہے۔دوسرے دھوپ ہی سایے کی اہمیت اور افادیت کی پہچان بنتی ہے۔اگر دھوپ نہ ہو تو سایہ بھی نہیں رہتا۔جس طرح گھنا سایہ رب کریم کی رحمتوں کا مظہر ہے اسی طرح دھوپ کو بھی اس نے سایہ دار درخت اور اس کے ساتھ ہی دوسری زمینی مخلوقات کے لئے رحمت اور رزق کا سامان بنادیا ہے۔وہ اس دھوپ کو قابل برداشت اور اکثر صورتوں میں خوشگوار بنائے رکھتا ہے۔ سایہ دار درخت اور زمین پر پھیلے ہوئے تمام پیڑ پودے، جڑی بوٹیاں سورج کی روشنی (دھوپ) میں ہی اپنی خوراک بناتے ہیں اور نشوونما پاتے ہیں اور اسی عمل میں وہ ماحول کی کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کر کے آکسیجن خارج کرتے ہیں جو زندگی کے لئے ناگزیر ہے۔اس دوران استعمال ہونے والی سورج کی توانائی (Solar Energy) کا ایک حصہ پیڑ پودوں کی پتیوں، ڈالوں اور تنوں میں محفوظ ہو جاتا ہے جو انہیں جلا کر دوبارہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔اس طرح پیڑ پودے شمسی توانائی کے بہترین ذخیرے کے طور پر کام کرتے ہیں۔قرآن کریم میں ارشاد ہے ''(اللہ) جس نے تمہارے لئے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی اور تم اس سے اپنے لئے آگ سلگاتے ہو۔'' (یٰس:۸۰) دوسری جگہ ارشاد فرمایا:''کبھی تم نے خیال کیا، یہ آگ جو تم سلگاتے ہو، اس کا درخت تم نے پیدا کیا ہے، یا اس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟ ہم نے اس کو یاددہانی کا ذریعہ اور حاجت مندوں کے لئے سامان زیست بنایا۔'' (الواقعہ:۷۱-۷۳) آج کل شمسی توانائی کو محفوظ کرنے اور ذخیرہ کرنے کے نئے نئے طریقے ایجاد ہو گئے ہیں جن سے بڑے پیمانے پر شمسی توانائی سے بجلی پیدا کی جارہی ہے۔جگہ جگہ دھوپ کے مواقع پر سولر پینل (Solar Panels) لگ رہے ہیں اور دھوپ سے بجلی پیدا کی جارہی ہے۔ان فوائد سے بڑھ کر پیڑ پودوں کے پھل پھول اور پتیاں ہی انسانوں اور جانوروں وغیرہ کی غذا بنتے ہیں اور انہی سے پھر گوشت اور دودھ وغیرہ بھی بنتے ہیں۔اس طرح پیڑ پودے خاموش خدمت میں لگے ہوتے ہیں جس کا سارا انتظام رب کریم کی طرف سے ہوتا ہے۔قرآن کریم میں جگہ جگہ اس کا بیان مختلف انداز میں ہوا ہے:''اور تمہارے اوپر ہم نے سات راستے بنائے، تخلیق کے کام سے ہم کچھ نابلد نہ تھے۔''(المومنون:۱۷) سورق میں فرمایا گیا:''اچھا، تو کیا انہوں نے بھی اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا؟ کس طرح ہم نے اسے بنایا اور آراستہ کیا، اور اس میں کہیں کوئی رخنہ نہیں ہے۔اور زمین کو ہم نے بچھایا اور اس میں پہاڑ جمائے اور اس کے اندر ہر طرح کے خوش منظر نباتات اگادیں۔ یہ ساری چیزیں آنکھیں کھولنے والی اور سبق دینے والی ہیں ہر اس بندے کے لئے جو حق کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔ اور آسمان سے ہم نے برکت والا پانی نازل کیا، پھر اس سے باغات اگائے اور کھیتوں کا غلہ بھی، اور بلند وبالا کھجور کے درخت پیدا کر دیئے جن پر پھلوں سے لدے ہوئے خوشے تہہ بہ تہہ لگتے ہیں، یہ انتظام ہے بندوں کو رزق دینے کا اس پانی سے ہم ایک مردہ زمین کو زندگی بخش دیتے ہیں (مرے ہوئے انسانوں کا زمین سے) نکلنا بھی اسی طرح ہوگا۔''(ق:۶تا۱۱) سورۃ الشعراء میں ارشاد ہے: ''کیا انہوں نے زمین کی طرف نگاہ نہیں کی، ہم نے اس میں کتنی نوع بنوع کی فیض بخش چیزیں اُگا رکھی ہیں؟ اس میں بیشک بہت بڑی نشانی ہے لیکن ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔اور بیشک تمہارا رب غالب بھی ہے، مہربان بھی۔''(الشعراء:۷-۹)

سورہ شعراء میں خاص طور سے انبیائے سابقین کے حالاتِ زندگی سے رب کریم کی رحمت اور قدرتِ کاملہ کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں اور نبی پر ایمان لانے سے انکار کرنے والوں کو ان کے انجام بد سے ڈرایا گیا ہے لیکن سب سے پہلے ''کیا انہوں نے زمین کی طرف نگاہ نہیں کی، ہم نے اس میں کتنی نوع بنوع کی فیض بخش چیزیں اگا رکھی ہیں؟'' (آیت ۷) میں شان رحمت و ربوبیت کی وہ نشانی پیش کی گئی ہے جو سب کے سامنے ہے اور تھوڑے غور وفکر سے بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے۔ دھوپ اپنی ساری افادیت کے باوجود اگر مستقل طور پر ہمارے اوپر پھیلی رہے تو ایک مصیبت بن جائے جس کا اندازہ گرمیوں میں ہوتا ہے، اور سردیوں میں اس کا بھی اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے کہ دھوپ ہماری زندگی کے لئے کتنی ضروری ہے۔سائنسی تحقیقات اس پر روشنی ڈالتی ہیں کہ اگر ایک لمبی مدت تک زمین سورج کی روشنی سے محروم ہو جائے تو موجودہ نظام میں زمین پر زندگی معدوم ہو سکتی ہے لیکن رب کریم نے دن کا ایک معتدل فیض بخش نظام قائم فرمایا ہے۔زمین اپنے محور (Axis) پر تقریبا ۲۴ گھنٹوں میں ایک چکر پورا کرتی ہیں، جس سے رات اور دن باری باری آتے رہتے ہیں، اور اپنے محور پر تقریبا ۲۳ ڈگری زاویے پر جھکی رہتے ہوئے سورج کے گرد سال (تقریباً ۳۶۵ء۱ دن) میں ایک چکر پورا کرتی ہے۔جس سے رات دن گھٹتے بڑھتے ہیں اور موسم کی تبدیلی وغیرہ جیسے بیشمار فوائد اعتدال کے ساتھ حاصل ہوتے ہیں۔قرآن کریم میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد ہے:''بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں اور ان کشتیوں میں جو سمندر میں ان چیزوں کے لئے چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں، اور اللہ نے جو آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس کے ذریعے زمین کو جو مردہ ہو چکی تھی، زندہ کیا اور ہر قسم کے جانوروں میں جو اس نے زمین میں پھیلائے ہیں اور ہواؤں کے پھیر بدل میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر کر دیئے گئے ہیں عقلمندوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔''(البقرہ:۱۶۴)

دن اور رات بھی دھوپ اور سایے کی بڑی اور پھیلی ہوئی شکلیں ہیں۔زمین کے جس آدھے حصے پر سورج چمک رہا ہوتا ہے، اس کا سایہ دوسرے آدھے حصے پر پڑتا ہے اور وہاں رات ہوتی ہے۔کاروبارزندگی کے لئے دن اور رات کا مناسب رفتار سے آنا جانا جو اہمیت رکھتا ہے وہ واضح ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے سایے کو کس طرح پھیلا دیا ہے؟ اگر چاہتا تو اسے ٹھہرا ہوا ہی کر دیتا۔ پھر ہم نے آفتاب کو اس پر دلیل بنادیا (یعنی دھوپ سے ہی سایے کا پتا چلتا ہے۔اگر سورج نہ ہو تو سایہ بھی نہ ہو) پھر ہم نے اسے آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ لیا اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لئے پردہ بنایا اور نیند کو راحت بنایا اور دن کو جی اٹھنے کا وقت، جو کاروبار زندگی کے لئے ضروری ہے۔''(الفرقان:۴۵تا۴۷)

سورہ قصص میں بھی یہ بات کچھ اور وضاحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ارشاد ہوا:''ان سے کہو، کیا تم نے سوچا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لئے دن طاری کر دے تو اللہ کے سوا وہ کونسا معبود ہے جو تمہارے لئے رات لادے، تا کہ تم اس میں سکون حاصل کر سکو؟ کیا تم کو سوجھتا نہیں؟ یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تا کہ تم (رات میں) سکون حاصل کرو اور (دن میں) اپنے رب کا فضل تلاش کرو، شاید کہ تم شکر گزار بنو۔''(القصص:۷۲-۷۳)

رب کریم کی عطا کردہ بیشمار نعمتیں ہیں جن کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا لیکن وہ ہماری زندگیوں میں ایسی شامل ہیں کہ اکثر ان کی قدر و قیمت کا احساس نہیں رہتا:''اے اللہ! ہماری مدد فرما کہ ہم تیرا ذکر، تیرا شکر اور تیری عبادت بہ حسن وخوبی کرتے رہیں۔''□□

رہبرِ کاروانِ وفا آپؐ ہیں —— اقبال فیضی فیض آبادی

آپؐ فخرِ رسلؐ سرورِ انبیاء رہبر کاروانِ وفا آپؐ ہیں
آپؐ کا سنگ در رشکِ شمس و قمر مصدرِ رحمتِ کبریا آپؐ ہیں
مونس و ہمدم و بے کساں آپؐ ہیں، منبع لطف وجود وسخا آپؐ ہیں
کہکشاں آپؐ کی راہ کی دُھول ہے، چاند تارے ہیں، نقشِ قدم آپؐ ہیں
آپؐ ہی ساقی جام توحید ہیں، آپؐ پیغمبرِ امن و انسانیت
آپؐ فرمان رب العلیٰ کے امیں، کون ہے آپؐ سا اس جہاں میں حسیں
آپؐ ہی سے خرد کو ملی روشنی، آپؐ ہی سے جنوں کو ملی آگہی
آپؐ ہی شافعِ یومِ میزان ہیں، آپؐ ہی فاتحِ بابِ عدنان ہیں
آپ ہی آرزو، آپؐ ہی جستجو، گلشنِ دل میں ہے آپؐ سے رنگ وبو
زیرِ دیوارِ کعبہ جو مانگی گئی وہ حسیں وہ مبارک دعا آپؐ ہیں
میرے ایمان کی ابتدا آپؐ ہیں، علم وعرفان کی انتہا آپؐ ہیں
آپؐ ہی قاسمِ علم و خیرات ہیں، مصطفیٰ آپؐ ہیں، مجتبیٰ آپؐ ہیں
قاب قوسین کی شرح کیا ہو بیاں، عرش پر جبکہ جلوہ نما آپؐ ہیں
ماحیٔ شرک ہیں، دشمن کفر ہیں، قاطع رسم حرص و ہوا آپؐ ہیں
اے حرا کے مکیں شاہِ دنیا و دیں، جگ کے بیمار دل کی دوا آپؐ ہیں
سارے عالم کے دل کی صدا آپؐ ہیں، نور یزداں ہیں، خیرالوریٰ آپؐ ہیں
جب کوئی بھی کسی کے نہ کام آئے گا، اس گھڑی آخری آسرا آپؐ ہیں
میری ہر زندگی ہو فدا آپؐ پر، میری ہر التجا، ہر دعا آپؐ ہیں
ہو درود آپ پر آپ کے سارے اصحاب و احباب پر
ہو سلام آپ پر آپ کے کام پر اپنے فیضی کے دل کی جلا آپ ہیں

ماہِ رمضان اور قرآن کا باہمی ربط

ڈاکٹر مفتی عرفان عالم قاسمی

رمضان المبارک کا مہینہ اپنی خصوصیات اور فضائل و برکات کی وجہ سے امتیازی شان رکھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین کو قید و بند میں ڈال دیا جاتا ہے۔اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا ہے۔اس بابرکت مہینے میں مومن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید کو پورا کا پورا لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اسی ماہِ مبارک میں نازل فرمایا جس کی ہدایت کی بدولت انسانی زندگی میں ایمان ویقین کی روشنی آئی، امن وامان کی فضا پیدا ہوئی۔ اس ماہِ مبارک کو قرآن پاک سے خاص مناسبت ہے یوں کہیے کہ رمضان وقرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رمضان و قرآن دونوں اللہ کے حضور بندہ کی سفارش کرے گا۔روزہ کہے گا میں نے اس کو کھانے پینے سے روکے رکھا، میری شفاعت قبول فرما۔قرآن عرض کرے گا اے اللہ! میں نے اس کو راتوں کو آرام سے باز رکھا، اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمایئے، چنانچہ اس ماہِ مبارک میں زیادہ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کر کے اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی ہر رمضان المبارک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک سنانے آتے تھے، جس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ فرمایا اس سال رمضان میں دومرتبہ قرآن سنانے کو تشریف لائے۔رمضان المبارک میں عشاء کے فرض اور سنت کے بعد بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دو تین راتیں (باختلاف روایات) نماز تراویح ادا فرمائی۔اس کے بعد حجرے سے باہر تشریف نہ لائے، صحابہ منتظر رہے، بعد کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا اشتیاق مجھ سے پوشیدہ نہ تھا، لیکن مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں تم پر نمازِ تراویح فرض نہ ہو جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تراویح منفرداً ادا فرماتے تھے، صحابہ وتابعین اسی پر عمل کرتے چلے آئے اور نہایت شوق وذوق سے اس کا اہتمام فرماتے تھے اور صحابہ کرام کا نہایت اہتمام ومداومت کے ساتھ تراویح پر عمل فرمانا ہی تراویح کے سنت مؤکدہ ہونے کی اہم دلیل ہے۔ چاروں امام اور جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ تراویح کی کم از کم بیس رکعات ہیں، البتہ امام مالک سے ایک روایت ۳۶، اور ایک میں ۴۱ مروی ہیں۔ ہمارے زمانے کے غیر مقلدین حضرات علامہ ابن تیمیہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں جو سراسر حدیث، تعامل صحابہ وتابعین ائمہ اربعہ اور جمہور امت کے خلاف ہے۔ (المغنی لابن قدامہ، ص۱۶۲) تراویح کی جماعت سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، اگر محلّہ کی مسجد میں جماعت ہوتی ہو اور کوئی شخص علاحدہ اپنے گھر میں تراویح پڑھ لے تو جائز ہے، مگر مسجد اور جماعت کے ثواب سے محروم رہے گا اور اگر محلّہ کی مسجد میں باجماعت تراویح کسی نے نہ پڑھی تو سارے محلے والے ترک سنت کے مرتکب ہونے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے۔ اللہ رب العزت نے تمام عظیم الشان کتب سماویہ اس ماہِ مبارک میں نازل فرمائیں، کوئی رمضان کی پہلی رات کو، کوئی چھٹی تاریخ کو، کوئی ۱۳ویں تاریخ کو، کوئی رمضان المبارک کی ۲۴ویں تاریخ کو، اس لئے ہمارے سلف صالحین اس مبارک مہینے میں کثرت سے کلام اللہ تلاوت فرما کر اپنے روحانی وملکوتی قوت کو جلا بخشتے تھے۔

تراویح کے مسائل

(۱) تراویح کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع ہے، اس لئے جس مسجد میں عشاء کی جماعت نہ ہوتی ہو وہاں پر جماعت سے تراویح درست نہیں۔ (۲) اگر کوئی شخص تراویح شروع ہونے کے بعد مسجد پہنچے تو اسے چاہئے کہ پہلے فرض اور سنت ادا کرے پھر اس کے بعد تراویح میں شریک ہو اور چھوٹی ہوئی تراویح کو دو ترویحوں کے درمیان ادا کرے۔اگر اس وقت موقع نہ ملے تو وتر کے بعد پڑھے، تراویح کی جماعت چھوڑ کر تنہا نہیں پڑھنا چاہئے۔(۳) جس شخص کو عشاء کی فرض نماز باجماعت نہ ملی ہو بلکہ تنہا پڑھی ہو تو وہ امام کے ساتھ وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے لیکن جس نے تراویح کی نماز جماعت سے نہ پڑھی ہو اسے وتر کی جماعت میں شریک نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اپنی تراویح کے بعد وتر پڑھنی چاہئے۔(۴) نابالغ کو تراویح میں امام بنانا جائز نہیں، اسی طرح ایک حافظ ایک مسجد میں ۲۰ رکعت تراویح پڑھ چکا ہے تو اس کو دوسری مسجد میں اسی رات میں تراویح پڑھانا درست نہیں۔ (۵) اگر کسی وجہ سے عشاء کی نماز لوٹانی پڑے مثلا امام نے بے وضو نماز پڑھا دی تو اس کے بعد تراویح بھی لوٹانا ہوگی چہ جائیکہ تراویے میں (عدم وضو) علت نہ ہو۔(۶) اگر امام اور تمام مقتدیوں کو یہ شبہ ہو گیا ہو کہ آیا ۱۸ رکعتیں ہوئیں یا بیس تو دو رکعت بلا جماعت الگ سے پڑھ لینا چاہئے۔(۷) بسم اللہ ایک مستقل آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل پیدا کرنے کے لئے نازل کی گئی ہے۔سورتوں کا جز نہیں ہے اس لئے تراویح پڑھانے والے امام کو چاہئے کہ سورتوں کے شروع میں اسے آہستہ پڑھے، البتہ مستقل ایک آیت ہونے کی بنا پر پورے قرآن میں ایک دفعہ بلند آواز سے پڑھ لینا چاہئے تا کہ قرآن مکمل ہو جائے، ناقص نہ رہے۔□□

پردہ - قرآنی تعلیمات کے آئینہ میں

تحریر: مولانا ندیم احمد انصاری

چند سالوں پہلے تک مسلمان ہی نہیں، غیر مسلموں میں بھی مرد وزن کے اختلاط سے پرہیز اور پردہ کرنے کا خوب اہتمام کیا جاتا تھا اور ایسا کرنا شرافت و بزرگی کی نشانی سمجھی جاتی تھی، کیوں کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ بغیر پردے کا اہتمام کیے شرم گاہ، انسانی نسب اور سماج و معاشرے کی حفاظت ممکن نہیں۔ پر افسوس! ایک گہری سازش کے تحت لوگوں کو اس سے بغاوت پر آمادہ کیا گیا اور ایسے لوگوں پر دقیانوسیت اور پرانے پن کے فقرے کسے جانے لگے، تاکہ شریروں کی راہ ہموار ہو اور اس ذہنیت کے افراد کسی قسم کی روک ٹوک نہ کرسکیں۔ جس کے لیے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جانے لگی کہ اس بابت زیادہ پس وپیش کرنا تعلیم و ترقی میں رکاوٹ ہے، جس سے آزادی ملنی چاہیے۔ ویسے یہ بھی مشاہدہ ہے کہ اس طرح کی باتیں کرنے والے دوسروں کو لیکچر تو دیتے ہیں، لیکن خود اپنی بہو بیٹیوں کے معاملے میں بہت حسّاس بلکہ سخت ہوتے ہیں۔ وجہ صاف ہے کہ وہ بھی دل ہی دل میں اس کے برے نتائج کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کے کھانے اور دکھانے کے دانت جدا جدا ہیں۔

اسلام جو کہ آفاقی مذہب اور دینِ فطرت ہے، اس نے انسانی زندگی کے تمام اصولوں پر رہنمائی کی ہے اور جو معاملہ جتنا نازک تھا اسے بیان کرنے میں اسی قدر شرح و بسط سے کام لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں نماز جیسی مہتم بالشان عبادت کا بیان تو اجمال کے ساتھ، لیکن نکاح، طلاق، وراثت اور نگاہ وشرم گاہ کی حفاظت جیسے امور کا بیان خاصی تفصیل سے کیا گیا ہے، کیوں کہ یہ وہ مسائل ہیں جن میں صحیح رہنمائی نہ ہونے کے سبب فساد کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ مضمونِ ہٰذا میں اسی سلسلے کی چند آیات پیش کرنا مقصود ہے۔

اسلام جو کہ آفاقی مذہب اور دینِ فطرت ہے، اس نے انسانی زندگی کے تمام اصولوں پر رہنمائی کی ہے اور جو معاملہ جتنا نازک تھا اسے بیان کرنے میں اسی قدر شرح و بسط سے کام لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں نماز جیسی مہتم بالشان عبادت کا بیان تو اجمال کے ساتھ، لیکن نکاح، طلاق، وراثت اور نگاہ و شرم گاہ کی حفاظت جیسے امور کا بیان خاصی تفصیل سے کیا گیا ہے، کیوں کہ یہ وہ مسائل ہیں جن میں صحیح رہنمائی نہ ہونے کے سبب فساد کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔

اجنبی نوجوان لڑکے لڑکیاں بہت سی ایسی نامناسب حرکتیں کرتے نظر آتے ہیں جو عقل و شرع کے لحاظ سے مذموم وممنوع ہیں۔ واضح رہے کہ جنسی تقاضوں کے فطری ہونے کے سبب ربِ کائنات نے اس کا پورا پورا لحاظ رکھا اور ارشاد فرمایا ہے: ''تم میں سے جن (مَردوں یا عورتوں) کا اس وقت نکاح نہ ہو، ان کا بھی نکاح کراؤ، اور تمھارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نکاح کے قابل ہوں، ان کا بھی۔ اگر وہ تنگ دست ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انھیں بے نیاز کردے گا، اور اللہ بہت وسعت والا ہے، سب کچھ جانتا ہے۔'' (النور)

لیکن ساتھ ہی زنا جیسی انسانیت سوز حرکت سے باز رکھنے کے لیے یہ پابندی بھی عائد کردی: ''اور بے حیائی کے کاموں کے پاس بھی نہ پھٹکو۔'' (الانعام) نیز ارشاد فرمایا: ''اور زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو، وہ یقینی طور پر بڑی بے حیائی اور بے راہ روی ہے۔'' (الاسراء)

زنا کی قباحت میں سلف سے خلف تک عقلا کو اتفاق ہے، اس میں یہ چند قباحت ہیں:

(۱) انساب کا خلط ملط ہونا، یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کس کا بیٹا ہے؟ پھر باہمی حصے، ترکے میں خرابی آتی ہے۔

(۲) عورت کو شرعی یا عرفی طور پر اگر ایک شخصِ خاص سے تعلق نہ ہو جس کو نکاح کہتے ہیں، تو اس کے پاس آنے والوں میں باہمی قتال وجدال کی نوبت آئے گی، جیسا کہ مشاہدے میں آتا ہے اور یہ بات تخریبِ عالم کا باعث ہے۔

(۳) عورت سے مقصود صرف شہوت رانی ہی نہیں بلکہ باہم مل کر خانہ داری کے امور میں ایک دوسرے کا معین ہونا، مرد کما کر لائے، عورت دردمندی اور کفایت کے ساتھ اس کو گھر میں اٹھائے، دونوں مل کر بچوں کی تعلیم وتربیت میں کوشش کریں اور نیز بیماری اور پیری میں بھی ایک دوسرے کا ساتھ دے، ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ کمال درجے کی دردمندی ہو، اور یہ بات جب تک ممکن نہیں کہ عورت کی نظر ایک ہی شخص پر رہے اوروں سے علاقہ نہ رکھے، اور یہ بغیر اس کے کہ زنا کو حرام کیا جائے، ممکن نہیں۔

(۴) اگر زنا کا دروازہ کھل جائے تو انسان اور بہائم میں کیا فرق رہے، جس عورت کو چاہے رکھے اور نیز باہم الفت ومحبت کبھی پیدا نہ ہو۔ ان سب باتوں کے لحاظ سے شرع نے زنا کو حرام کیا اور یہاں تک تاکید کے لفظ استعمال کیے کہ اس کے پاس جانے کی بھی ممانعت کردی یعنی اس کے اسباب سے بھی روک دیا۔ زنا کے بہت سے اسباب ہیں؛ نامحرم عورتوں سے تخلیہ کرنا، ان سے ہنسی مذاق کرنا، ان سے رسمِ ملاقات بڑھانا، لگاوٹ کی باتیں کرنا، فحش تصاویر دیکھنا، فساق کے عشق آمیز افسانے سننا، اس قسم کی نظم ونثر کا عادی ہونا، تھیٹروں اور ناجائز مجامع میں جانا، راگ و باجے سننا، ناچ دیکھنا دکھانا وغیرہ۔ (تفسیرِ حقانی) اس آیت کے تحت اس طرح کے تمام امور ناجائز و حرام ٹھہرے۔ گویا اس جامع اندازِ تکلم میں صرف زنا سے نہیں بلکہ ہر اس کام سے بھی روک دیا گیا، جو زنا کے قریب لے جانے والا ہو۔

ظاہر ہے کہ زنا ایسا عمل نہیں کہ بغیر نظریں ملائے اور تعلق بنائے انجام پا جائے، اور اس کے کچھ چور دروازے ہیں، جنھیں بند کیے بغیر اس گناہ سے بچنا مشکل ہے، اس لیے اپنی شانِ رحمت سے باری تعالیٰ نے خود ہی ان کی بھی نشان دہی فرمادی اور نہایت اہتمام کے ساتھ مَرد وعورتوں کو مستقلاً حکم دیا: ''مومن مَردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لیے پاکیزہ ترین طریقہ ہے۔ وہ جو کاروائیاں کرتے ہیں، اللہ ان سب سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (النور)

اس کے ساتھ ہی اگلی آیت میں ارشاد فرمایا: ''اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنی سجاوٹ کو کسی پر ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو خود ہی ظاہر ہوجائے، اور اپنی اوڑھنیوں کے آنچل اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں، اور اپنی سجاوٹ اور کسی پر ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ، یا اپنے شوہروں کے باپ کے، یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے، یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں، یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے، یا اپنی عورتوں کے، یا ان کے جو اپنے ہاتھوں کی ملکیت میں ہیں، یا ان خدمت گزاروں کے جن کے دل میں کوئی) جنسی (تقاضا نہیں ہوتا، یا ان بچوں کے جو ابھی عورتوں کے چھپے ہوئے حصوں سے آشنا نہیں ہوئے، اور مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ انھوں نے جو زینت چھپا رکھی ہے وہ معلوم ہوجائے، اور اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ تمھیں فلاح نصیب ہو۔'' (النور)

سجاوٹ سے مراد جسم کے وہ حصے ہیں جن پر زیور پہنا جاتا ہے، یا خوشنما کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس آیتِ کریمہ نے عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ غیر محرم مَردوں کے سامنے اپنا پورا جسم کسی ایسی چادر یا برقع سے چھپائیں جو ان کے سجاوٹ کے مقامات کو چھپالے، البتہ ان مقامات میں سے کوئی حصہ کام کاج کے دوران بے اختیار کھل جائے، یا کسی ضرورت کی وجہ سے کھولنا پڑے، تو اسے یہ کہہ کر مستثنیٰ کردیا گیا ہے کہ سوائے اس کے، جو خود ہی ظاہر ہوجائے۔۔۔ یہاں سے ان افراد کی فہرست دی جارہی ہے جن سے عورتوں کو پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اپنی عورتوں سے مراد مسلمان عورتیں ہیں، لہٰذا غیر مسلم عورتوں سے بھی پردہ ضروری ہے، لیکن چوں کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ غیر مسلم عورتیں ازواجِ مطہرات کے پاس جایا کرتی تھیں، اس لیے امام رازیؒ اور علامہ آلوسیؒ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ اپنی عورتوں سے مراد اپنے میل جول کی عورتیں ہیں، تو چاہے مسلمان ہوں یا کافر، ان سے پردہ واجب نہیں ہے۔ (دیکھیے توضیح القرآن)

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے محض احکام ہی نازل نہیں کیے بلکہ ان احکامات کی پاسداری کرنے والوں کو یہ مژدہ بھی سنایا: ''بے شک فرماں بردار مرد ہوں یا فرماں بردار عورتیں، مومن مرد ہوں یا مومن عورتیں، عبادت گزار مرد ہوں یا عبادت گزار عورتیں، سچے مرد ہوں یا سچی عورتیں، صابر مرد ہوں یا صابر عورتیں، دل سے جھکنے والے مرد ہوں یا دل سے جھکنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد ہوں یا صدقہ کرنے والی عورتیں، روزے دار مرد ہوں یا روزے دار عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد ہوں یا حفاظت کرنے والی عورتیں، اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد ہوں یا ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور شان دار اجر تیار کررکھا ہے۔'' (الاحزاب)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ اور اپنی نگاہ اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین ▫▫

حجاب - خواتین کی عصمت کی حفاظت کا ذریعہ

تحریر: مفتی امانت علی قاسمی

آج حجاب کے تعلق سے پورے ملک میں اور خاص طور پر کرناٹک میں عجیب وغریب بے چینی پائی جارہی ہے، حالیہ دنوں میں کرناٹک کے اسکول وکالج میں جو کچھ ہوا اور اس کے جو اثرات پورے ملک میں دیکھے گئے، اس نے ملک کے ہر باعزت شہری کو شرم سار کردیا۔ ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے اور یہاں کی قدیم روایات گنگا جمنی تہذیب ہے، اس ملک میں سینکڑوں سالوں سے ہر مذہب اور ہر کلچر کے ماننے والے لوگ اپنے مذہب اور کلچر پر عمل کرتے رہے ہیں، کثرت میں وحدت یہاں کا نعرہ رہا ہے، اور یہی کی یہاں خوبصورتی تسلیم کی گئی ہے لیکن لگتا ہے کہ اس خوبصورتی کو کسی کی نظر لگ گئی ہے۔

حجاب سے آج بعض لوگوں کو دقت ہورہی ہے اور اسے ایک مخصوص یونیفارم سمجھا جارہا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حجاب مخصوص یونیفارم نہیں ہے؛ بلکہ یہ اسلامی تعلیمات کا لازمی حصہ ہے اور مسلم عورتوں کا تشخص اور تہذیبی وراثت ہے، یہ حجاب ان کی عصمت کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ ان کو عزت واحترام کا مقام عطا کرتا ہے، اور وحشی نما انسانوں اور قلب ونظر کے مریضوں سے ان کو بچاتا ہے۔ آج پڑھے لکھے طبقہ میں یہ تصور عام کیا جارہا ہے کہ پردہ کوئی چیز نہیں ہے؛ بلکہ یہ تشدد اور کٹر پنتھی کو ظاہر کرتا ہے اسلامی تعلیمات سے اس کا کوئی لینا دینا نہیں ہے، اس لیے حقیقت پسندانہ جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

حجاب درحقیقت عورت کی عصمت کی حفاظت اور اس کی عزت ووقار کے لیے ہے، اسلام نے عورت کی عزت وناموس کی حفاظت پر بہت زیادہ زور دیا ہے، اسلام سے پہلے جس طرح زنا کی گرم بازاری تھی اور عورت جس قدر بے حیثیت اور لہو ولعب کا آلہ تھی، باپ جس دام میں چاہے بیٹی کو فروخت کردیتا تھا، بیوی شوہر کی چتا پر ''ستی'' ہوجاتی تھی عورت کو مالک بننے کا کوئی حق نہیں تھا، ان سب کا تقاضا تھا کہ عورت کو اس کا حقیقی مقام دیا جائے اور اس پر عملی اقدامات کیے جائیں اور عورت کے ناموس کی حفاظت کی جائے، اس لیے نہ صرف اسلام نے زنا کو حرام قرار دیا؛ بلکہ زنا کے تمام راستوں کو بند کردیا، اس پس منظر میں اسلام نے جو اقدامات کیے ہیں ان میں ایک تو یہ ہے کہ عورت کے لیے اس کی تمدنی ذمہ داریوں کا محل متعین کردیا ہے کہ وہ گھر ہے، عورت گھر کی ملکہ ہے، اس کی تمام تر رعنائیاں اسی سے ہیں؛ اس لیے عورت زیادہ سے زیادہ گھر میں رہے تاکہ اپنی خاندانی ذمہ داریاں اور نسل نو کی تربیت حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے سکے اس سلسلے میں عورت کو پہلی ہدایت یہ کی گئی: ''اور گھروں میں قرار کے ساتھ رہو اور جیسے بن سنور کر ایام جاہلیت میں عورتیں گھروں سے نمائش کے لیے نکلا کرتی تھیں اس طرح مت نکلو۔'' (احزاب:۳۲)

اس آیت میں پہلا حکم عورت کو یہ دیا گیا کہ بلاوجہ گھر سے باہر نہ نکلیں اور اگر ضرورت کی وجہ سے نکلنا پڑے تو زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح بن سنور کر نہ نکلیں۔ اس کے بعد دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر ہوں عورت ومرد دونوں کے لیے ضروری ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں بلاوجہ غیر محرم پر نگاہ ڈالنا فتنہ کا باعث ہوسکتا ہے۔ سورہ نور میں ارشاد ہے: ''اے نبی! مومن مَردوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے۔ اے نبی! مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں پست رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔''

یہاں دوسرا حکم نگاہوں کو پست رکھنے کا دیا گیا اور یہ حکم مرد وعورت دونوں کو دیا گیا۔ تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ اگر کسی سے بات کرنی ہو یا کچھ لینا دینا ہو تو پردہ سے بات کرلے یا لین دین کرلے تاکہ حسن وجمال کی پیکر پر کسی شیطان کی نگاہ نہ پڑ جائے اور دل میں کسی قسم کی بے حیائی کا داخلہ نہ ہوجائے: ''اے مسلمانو! اگر تمھیں نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کی اوٹ سے مانگو۔'' (احزاب:۵۳)

آیت میں اگرچہ خطاب صحابہ سے ہے لیکن اصول تفسیر کا قاعدہ یہ ہے کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے خاص واقعہ کا اعتبار نہیں ہوتا اب اگر تعلیم، معاش، علاج یا دیگر کسی ضرورت پر عورت کو گھر سے باہر نکلنا پڑے تو یہ حکم دیا گیا کہ پردہ کرکے گھر سے باہر نکلے: ''اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے اوپر چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں اور اللہ تعالی غفور ورحیم ہے۔'' (احزاب:۵۹)

امام ابوداؤدؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک خاتون جن کا نام ''ام خلاد'' تھا آپؐ کے پاس اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے آئیں جو شہید ہوچکا تھا اس وقت وہ نقاب پہنے ہوئے تھیں، نبی کریمؐ کے ایک صحابی نے ان کی استقامت پر تعجب کرتے ہوئے پوچھا کہ آپ نقاب پہن کر اپنے بیٹے کا حال دریافت کرنے آئی ہیں؟ انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا: میرا بیٹا مرا ہے، میری حیا نہیں مری۔ اس کے بعد آپؐ نے اس کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا انہوں نے پوچھا ایسا کیوں ہوگا یارسول اللہ؟ آپ نے فرمایا اس لیے کہ اس کو اہل کتاب نے قتل کیا ہے (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: باب فضل قتال الروم علی غیرہم من الامم)

ان آیتوں میں غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ حجاب کی تعلیم قرآن کریم میں (باقی صـ۱۴ پر)

ماہِ رمضان المبارک اور تلاوت قرآن پاک

پروفیسر محمد سلیم

ماہِ رمضان اور قرآن کریم کا آپس میں نہایت گہرا رشتہ ہے۔ اس ماہِ مبارک کی ایک مقدس رات میں قرآن پاک کو اتارا گیا۔ رمضان المبارک کی عظمت کے پیش نظر قرآن کے سوا دوسری تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے بھی اسی ماہ میں نازل ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحف ابراہیم اور توراۃ وانجیل بھی اسی مہینے میں نازل ہوئے۔ انھیں خصوصیات کی بنا پر اس مہینے کو قرآن کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ اس مہینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت کلام پاک کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ ہر سال آپ اس ماہ میں حضرت جبرئیل امین کے ساتھ قرآن کا (جو حصہ نازل ہو چکا ہوتا، اس کا) دور فرماتے تھے اور جس سال آپ کا انتقال ہوا اس سال آپ نے دو بار قرآن کا در فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

رمضان المبارک اور قرآن میں بعض چیزیں مشترک ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن دونوں بندہ کے لئے شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا کہ اے رب! میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا۔ اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما، قرآن کہے گا کہ اے رب میں نے اس کو رات میں سونے سے روکا، اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ دونوں کی شفاعت قبول فرمائیں گے۔ (مسند احمد)

روزہ اور قرآن کا دوسرا مشترک مقصد تقویٰ یا دلوں کی صفائی ہے۔ چنانچہ انسان سال کے گیارہ مہینے دنیا کے دھندوں میں منہمک رہتا ہے جس کی وجہ سے دلوں میں غفلت پیدا ہوجاتی ہے اور روحانیت اور اللہ تعالیٰ کے قرب میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔ رمضان المبارک اس کمی کو دور کردیتا ہے، جس طرح کسی مشین کو کچھ عرصہ استعمال کرنے کے بعد اس کی سروس اور صفائی کرنی پڑتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کے قلب کی صفائی اور سروس کے لئے مبارک مہینہ مقرر فرمایا تاکہ نفس کی خواہشات اور پیٹ اور شہوتوں کے تقاضوں کو دبانے کی عادت ڈالی جائے۔ کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ نفس انسانی انسان کو گناہ ونافرمانی اور حیوانی تقاضوں میں اس وقت تک مبتلا کرتا ہے جب تک کہ سیراب اور چھکا ہوا ہو، اس کے برخلاف اگر بھوکا ہو تو وہ مضمحل پڑا رہتا ہے۔ اس کو معصیت کی نہیں سوجھتی۔ چنانچہ روزہ کا مقصد یہی ہے کہ نفس کو بھوکا رکھ کر مادّی اور شہوانی تقاضوں کو پورا کرنے سے روکا جائے تاکہ گناہوں پر اقدام کرنے کا جذب سست پڑجائے جبکہ قرآن پاک دل کی تمام بیماریوں کے لئے اکسیر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے، اسی طرح دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ اس کی صفائی کا کیا طریقہ ہے۔ فرمایا قرآن کو کثرت سے پڑھا کرو۔

قرآن دن میں پڑھا جائے یا رات میں، اثر کرتا ہے۔ مگر رات کے سناٹے میں وہ زیادہ اثر کرتا ہے، مکہ میں بعض صحابہ رات کے اوقات میں بلند آواز سے تلاوت کیا کرتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض سرداران آئے اور کہنے لگے کہ آپ اپنے لوگوں سے کہئے کہ قرآن بلند آواز سے نہ پڑھیں، اس سے ہمارے بچے اور عورتیں متاثر ہوتی ہیں۔

رمضان کے روزے بدن کی زکوٰۃ ہیں جو بدن کے افعال ومعمولات میں درستی لاتے ہیں اور قرآن سکون قلب عطا کرتا ہے، ارشاد فرمایا کہ: ''خوب سن لو اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔'' (سورۃ الرعد:۲۸) چنانچہ ذکر کی تمام انواع میں تلاوت سب سے اعلیٰ ذکر ہے بلکہ خود قرآن کریم کو ذکر کہا گیا، ارشاد فرمایا: ''اور ہم نے آپ پر ذکر (قرآن) نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (سورۃ الحجر:۹) یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ اور اسلاف رمضان المبارک میں قرآن کریم کے ساتھ خصوصی شغف رکھتے تھے۔ تمام ائمہ ومحدثین ہر طرح کی مصروفیات ترک کرکے تلاوتِ قرآن میں لگ جاتے تھے۔ امام مالک جنھوں نے حدیث کی مشہور کتاب مؤطا تحریر کی جو مشہور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے محدث بھی ہیں، رمضان المبارک شروع ہوتے ہی حدیث پڑھنے پڑھانے کے سلسلے کو موقوف کرکے رات ودن تلاوتِ کلام پاک میں مشغول ہوجاتے تھے اسی طرح عظیم محدث حضرت سفیان ثوریؒ اور دیگر ائمہ حدیث تمام مصروفیات چھوڑ کر تلاوتِ کلام پاک میں مشغول ہوجاتے تھے۔ حضرت قتادہ اس ماہ میں درس وتدریس قرآن کی مجلسیں منعقد کیا کرتے تھے۔

قرآن کریم کے نزول کا مقصد اسے سمجھ کر پڑھنا اور اس پر عمل کرنا ہے لیکن اگر کوئی قرآن کریم کے معنی ومفہوم سمجھے بغیر اس کی تلاوت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی نیکیاں عطا فرماتے ہیں، اس لئے کہ قرآن کریم کی تلاوت بھی مطلوب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ہے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں اس کا اجر ستر گنا تک کردیا جاتا ہے) میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ مزید فرمایا کہ قرآن کے ماہرین (حفاظ) سفرۃ الکرام (فرشتو اور انبیاء) کے ساتھ ہوں گے مگر جو ماہر نہیں بلکہ اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اس کے لئے دوہرا اجر ہے (ایک پڑھنے کا اور دوسرا مشقت اٹھانے کا، لہٰذا اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کلام پاک اور اس کے حفظ کا اہتمام کرنا چاہئے اور اگر مزید وقت ملے تو اس وقت کو قرآن سمجھنے میں لگانا چاہئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیر کم من تعلم القرآن وعلمه. تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ (بخاری) □□

بقیہ — قرآن کریم کی تلاوت...

ترتیل کے ساتھ تلاوت کرنے پر متفق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر (صاف) پڑھا کرٹ'' (المزمل:۴) اور صاف ستھرے طریقے سے پڑھنا اسی وقت ممکن ہے جب آدی بیجا استعجال سے گریز کرے، ہر آیت کو اس کا واجبی حق دے۔ امام بغوی رحمہ الل لکھتے ہیں: ترتیل کے ساتھ قرأت کا مطلب یہ ہے کہ آدی آرام سکون اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھے، حروف وحرکات کو واضح کرے۔ (شرح السنہ: ۲/ ۴۶۵) آرام وسکون سے تلاوت کرنے کا بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے آدمی کو اس پر غور فکر کرنے کا موقع ملتا ہے، ایسی تلاوت سے کیا فائدہ کہ کچھ مجھ میں نہ آئے۔

افسوس ایسے قاریوں اور حافظوں پر جو رمضان اور غیر رمضان میں اس طرح تلاوت کرتے ہیں کہ لفظ کا سمجھنا مشکل ہوجاتا ہے چہ جائیکہ کوئی اس کے معنی کو سمجھے کی کوشش کرے۔ ایسا لگتا ہے کہ قرآن کو بطور عبادت نہیں بلکہ اس کا مذاق اڑایا جارہا ہے، رمضان میں تو اور زیادہ کھلواڑ کیا جاتا ہے، کوئی تین دن میں ختم کرتا ہے تو کوئی ہفتہ اور عشرہ میں اور سوائے خانہ پری اور رسم نبھانے کے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ بچائے ایسے حافظوں اور ایسی مسجدوں سے۔ میرے خیال میں ایسے برق رفتار حافظوں کی اصلاح کی کوشش ہونی چاہیے۔

قتادہ رحم اللہ کہتے ہیں: میں نے انس بن مالک سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں پوچھا تو کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھینچا کرتے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ میں، بسم الل کو، الرحمٰن کو، الرحیم کو کھینچ کر پڑھتے تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب مد القرأة، حدیث نمبر ۵۰۴۵) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے کہتی ہیں کہ ترتیل کی وجہسے سورت کا طول بڑھ جاتا تھا۔ (صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرين وقصرها، باب جواز النافلة قائما وقاعدا، حدیث نمبر ۷۳۳)

تلاوت میں بیجا سرعت کو سلف نے ناپسند کیا ہے۔ ابو جمرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے ابن عباس سے کہا: میں بہت تیز قرأت کرتا ہوں، اور میں تین دن میں ایک ختم کرتا ہوں، تو ابن عباس نے کہا: میں تدبر اور ترتیل کے ساتھ ایک رات میں صرف سورۃ البقرۃ پڑھوں زیادہ بہتر ہے کہ میں تمہاری طرح پڑھوں۔ (رواہ ابن کثیر فی فضائل القرآن، ص ۲۳۶)

مجاہد رحمہ اللہ سے دو شخص کے بارے میں پوچھا گیا: ان میں سے ایک نے البقرہ پڑھا، دوسرے نے البقرہ اور آل عمران تلاوت کی، لیکن ان دونوں کا رکوع، سجدہ اور جلسہ برابر تھا، ان دونوں میں سے کون بہتر ہے؟ مجاہد نے کہا: جس نے صرف البقرہ کی تلاوت کی، پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی: ''قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے اتارا ہے کہ آپ اسے بہ مہلت لوگوں کو سنائیں اور ہم نے خود بھی اسے بتدریج نازل فرمایا۔'' (بنی اسرائیل:۱۰۶) قرآن کے حروف وکلمات کی ادائیگی کے بغیر زیادہ پڑھا جائے اس سے کہیں بہتر ہے کہ آدی تھوڑا پڑھے مگر ترتیل کے ساتھ پڑھے۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس موضوع پر بڑی عالمانہ اور محققانہ گفتگو الباری (۸۹/۹) میں کی ہے، تفصیل کے لئے اسے پڑھا جاسکتا ہے۔

۱۲. **خوبصورت آواز میں تلاوت کرنا:** امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: سلف اور خلف علماء کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن کو خوبصورت آواز میں پڑھنا مستحب ہے اور اس کی متعدد دلیلیں احادیث میں موجود ہیں۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء کی نماز میں والتین والزیتون پڑھتے بنا، میں نے ان سے بہتر آواز اور قرأت کسی اور کی نہیں سنی۔'' (صحيح بخاری، کتاب الآذان، باب القرأة فی العشاء، حدیث نمبر ۷۶۹) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کے لئے وہ اجازت نہیں دی جو نبی کے لئے قرآن گنگنانے کی دی۔'' (صحيح بخاری، کتاب فضائل القرآن، حدیث نمبر ۵۰۲۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو قرآن کو گنگنا کر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' (صحيح بخاری، کتاب التوحيد، باب وأسروا قولكم أو اجهروا به، حدیث نمبر ۷۵۲۷) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔'' (سنن ابو داؤد، وصححه الالبان، حدیث نمبر ۱۳۰۳) ابن القیم رحمہ اللہ نے قرآن کریم کو خوبصورت آواز میں پڑھنے کی حکمت بھی بیان کی ہے تاکہ اللہ کا پیغام آدمی کے دل ودماغ میں ٹھیک طریقے سے بیٹھ جائے اور اس طرح قرآن پڑھنے کا جو مقصود ہے وہ بھی حاصل ہوجائے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: زاد المعاد فی هدی خير العباد: ۱/ ۴۸۹-۴۹۰) یہاں پر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ قرآن کو گنگانے یا اس کو خوبصورت آواز میں پڑھنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو تصنع اور تکلف سے پڑھا جائے، جس سے قرآن کا معنی ومطلب تو بگڑے ہی ساتھ ہی قاری کا چہرہ مہرہ بھی بگڑ جائے۔ جو لوگ بھی سلف کے واقعات اور ان کی زندگیوں سے واقف ہیں وہ اس بات کو جانتے ہیں کہ ان کے یہاں گانے بجانے اور موزون طریقے سے قرآن کے پڑھنے کا رواج نہیں تھا، یہ ساری چیزیں بعد کی پیدا رہیں جن کو تغنی اور تزئین قرآن کے نام پر گوارہ کیا جاتا ہے، اس بدعت سے بھی سماج کو نجات دلانے کی ضرورت ہے، خاص طور سے قرآن کے مسابقوں میں ان چیزوں کے دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔

قرآن کریم کی آیتوں پر غور کرنا، تلاوت کے دوران رونا (دکھانے کے لئے نہیں بلکہ اللہ کے خوف سے)، اگر کوئی مفسدہ نہ ہو تو بلند آواز سے تلاوت کرنا، بلاضرورت قرأت کو منقطع نہ کرنا، تلاوت کی ابتداء اور انتہا کا خیال رکھنا، ہر آیت پر رُکنا، آیت تسبیح کرنا اور عذاب والی آیت پر تعوذ پڑھنا، جب نیند کا غلبہ ہو تو تلاوت نہ کرنا، آیت سجدہ کے وقت سجدہ کرنا، کم سے کم تین دنوں میں قرآن ختم کرنا وغیرہ یہ سب ایسے آداب و احکام ہیں جن کا قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے ہمیں ضرور بروئے کار لانا چاہیے تاکہ ہم اللہ رب العالمین کے انعام واکرام کے پورے طور پر حقدار بن سکیں۔ □□

بقیہ — قرآن کریم کا ایک اہم حق

لوگوں کے سامنے پڑھیں۔ (سورہ اسرا:۶) ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: اے نبی! اس قرآن کے پڑھنے اور یاد کرنے پر اپنی زبان جلد نہ چلایئے تاکہ اس کو جلد سیکھ لیں، کیوں کہ آپ کے قلب میں اس کو جمع کرادینا اور آپ کی زبان سے اسے پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر جب ہم فرشتوں کی زبانی اسے پڑھنے لگیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ (سورہ قیامہ: ۱۶-۱۹) اسی طرح احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ آپ کی قرأت ترتیل (ٹھہر ٹھہر کر سکون و اطمینان) کے ساتھ ہوتی تھی۔ حضرت ام المومنین امّ سلمہ کی حدیث کی وضاحت موجود ہے، نیز آپ نے اپنی امت کو بھی اسی ترتیل کی تلقین وترغیب دی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ ترتیل سے پڑھنے والا جنت کے بلند درجات پر فائز ہوگا۔ رسول اللہ ؐ کا ارشاد ہے کہ صاحب قرآن سے کہا جائے کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجات چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں سمجھ کر پڑھتا تھا، پس تیری منزل اس آخر میں وہی ہوگی جسے تو پڑھے گا۔ (ترمذی، ابو داؤد) □□

بقیہ — حجاب: خواتین کی عصمت....

صراحت سے ثابت ہے، یہ کسی فقیہ کا اجتہاد نہیں بلکہ اللہ کا حکم ہے جسے مسلمان عورتیں کسی صورت میں نظر انداز نہیں کرسکتی ہیں اور جو لوگ حجاب کی مخالفت کررہے ہیں وہ درحقیقت ایک مذہب کے ماننے والوں کو اس کے مذہب پر عمل کرنے سے روک رہے ہیں، جب کہ ملک کا دستور ہر شہری کو اپنے مذہب اور مذہبی کتابوں پر عمل کی آزادی دیتا ہے، تعلیم اور یونیفارم کے نام پر کسی کو مذہبی تعلیم پر عمل کرنے سے روکنا باشعور معاشرہ کی علامت نہیں ہوسکتا ہے۔ آج یہ مسئلہ ملک کی پارلیمنٹ اور عدلیہ دونوں جگہ زیر بحث ہے اور ہر چوک چوراہوں اور ٹی وی ڈیبیٹ میں یہ گفتگو کا موضوع بنا ہوا ہے اگر اس کا انصاف پسندانہ جائزہ لیا گیا تو یقین ہے کہ ملک کا اکثریتی طبقہ بھی حجاب کو احترام کی نگاہ سے دیکھے گا اور صدیوں پرانی مشترکہ تہذیبی وراثت کو جو لوگ ختم کرکے ملک میں انارکی پھیلانا چاہتے ہیں اسے سمجھے گا۔ اور ملک کی اقلیتوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کرے گا۔ □□

بقیہ : —— مراسلات

روزوں میں شک پیدا ہوجائے گا؟ اذان کی آواز سنتے ہیں خواتین گھروں میں نماز کی نیت بھی باندھ لیتی ہیں، اس صورت میں ان کی نمازوں کا کیا حکم ہوگا؟ کتابوں میں غروبِ آفتاب کے بعد احتیاطاً تین منٹ رک کر اذان دینے کے لیے کہا گیا ہے، تاکہ غروب میں کوئی شک باقی نہ رہے اور نماز وروزہ بلاشک وشبہ درست ہو۔ لیکن بعض مؤذن اس کی پروا نہیں کرتے، نہ وہ امام اس کا اہتمام کرتا ہے، جو ان پر نگراں ہوتا ہے۔ ٹرسٹیوں کو تو اس کا شعور ہی نہیں ہوتا۔ الا ماشاء اللہ

ہر نماز کے لیے اذان کا جو وقت طے ہے، اس میں بھی تعجیل وتاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ اذان جس وقت ہوتی ہے، اس کے مطابق مصلیان نماز کے لیے اپنے کاموں کو چھوڑ کر نکلتے ہیں۔ مثال کے طور پر مسجد میں اگر جماعت سے بیس منٹ پہلے اذان دی جاتی ہے (جیسے عصر کی اذان پانچ بجے) اور مؤذن صاحب نے پانچ منٹ تاخیر کردی (یعنی پانچ بج کر پانچ منٹ پر اذان دی)، تو مصلیان یہ سمجھیں گے کہ جماعت کا وقت پانچ بج کر پچیس منٹ ہے۔ وہ اس اعتبار سے مسجد پہنچیں گے اور اس صورت میں ان کی جماعت کا کافی حصہ گزر چکا ہوگا۔ اس لیے مو؟ ذن کو طے شدہ وقت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ فجر کی اذان میں یہ کوتاہی زیادہ برتی جاتی ہے، وہ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ فجر کی اذان سنتا ہی کون ہے؟ طے شدہ وقت سے آگے پیچھے اذان ونماز ادا کرنے میں وعدہ خلافی کا گناہ بھی ہے اور لوگوں کو مشقت میں ڈالنے کا گناہ بھی۔ کبھی کبھار چند منٹوں کی تاخیر برداشت کی جاسکتی ہے، لیکن اکثر ہونے والی کوتاہی کا علاج ضروری ہے۔

مولانا ندیم احمد انصاری

دنیا کا عظیم ترین
سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کیپسول
نیا بھروسہ ایک ہی کیپسول سے زبردست طاقت وجسمانی کمزوری دور کریں
میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:
09212358677, 09015270020

رمضان المبارک کے قیمتی اوقات عبادت وریاضت میں گزاریں

مرکز تحفظ اسلام ہند کے جلسۂ استقبال رمضان سے مفتی افتخار احمد قاسمی کا خطاب

بنگلور،۲؍اپریل: مرکز تحفظ اسلام ہند کے زیر اہتمام منعقد جلسۂ استقبال رمضان سے خطاب کرتے ہوئے مرکز کے سرپرست اور جمعیۃ علماء کرناٹک کے صدر حضرت مولانا مفتی افتخار احمد قاسمی نے فرمایا کہ رمضان المبارک کی آمد آمد ہے، ہر طرف مومن کے اندر اس کے تئیں اظہار مسرت ہے۔ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کا انتظار ایک مسلمان سال بھر کرتا ہے کیونکہ یہ مبارک مہینہ رحمت، مغفرت اور جہنم سے نجات کا پروانہ لیکر آتا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ رمضان المبارک ہر ایمان والے مومن بندے کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے عظیم تحفہ ہے۔ لہٰذا ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ اس ماہ مبارک کا اسی شان کے ساتھ استقبال کریں اور پورا مہینہ عبادت و ریاضت میں گزاریں۔ مولانا قاسمی نے فرمایا کہ رمضان المبارک سے پہلے رمضان کی تیاری کرنا ضروری ہے، تاکہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں، برکتوں اور مغفرتوں سے کماحقہ فائدہ اٹھایا جاسکے۔

مولانا نے فرمایا کہ رمضان المبارک بڑی عظمتوں اور برکتوں والا مہینہ ہے۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس مہینے کے روزے کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے اور اس کی راتوں میں تراویح کو سنت قرار دیا ہے۔ روزہ سے مسلمانوں میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور رمضان المبارک کی غرض و غایت تقویٰ کا حصول ہے۔ مرکز کے سرپرست مفتی افتخار احمد قاسمی نے فرمایا کہ رمضان المبارک ہی وہ عظیم مہینہ ہے، جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ مولانا قاسمی نے فرمایا کہ رمضان المبارک کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جس کا پہلا عشرہ رحمتوں والا، دوسرا عشرہ مغفرتوں والا اور تیسرا عشرہ جہنم سے نجات کا پروانہ والا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ پورا رمضان المبارک ہی نہایت قیمتی اثاثہ ہے لیکن اس کے آخری عشرے کی فضیلت چند در چند ہے۔ اس عشرے میں اعتکاف کی سنت ادا کی جاتی ہے۔ اعتکاف کے علاوہ اس عشرے میں ایک نہایت مہتم بالشان رات لیلۃ القدر کی ہے۔ اس رات کی فضیلت و عظمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ رمضان المبارک میں اپنے قیمتی اوقات کو زیادہ سے زیادہ عبادت و ریاضت میں صرف کریں۔ مولانا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کا بہترین استقبال کرنے، اس مہینے سے ہر طرح کا فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کرے اور رمضان میں بکثرت اعمال صالحہ انجام دینے کی توفیق دے اور ان اعمال کو آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ قابل ذکر ہیکہ اس موقع پر مفتی افتخار احمد قاسمی نے مرکز تحفظ اسلام ہند کی خدمات کو سراہتے ہوئے خوب دعاؤں سے نوازا اور رمضان المبارک کے پروگرامات کی کامیابی کیلئے دعا فرمائی۔

واضح رہے کہ رمضان المبارک میں مرکز تحفظ اسلام ہند کی زیر اہتمام مختلف پروگرامات منعقد کئے جارہے ہیں۔ مرکز کے ڈائریکٹر محمد فرقان نے تفصیلات بتاتے ہوئے فرمایا کہ روزانہ بعد نماز تراویح ٹھیک رات سوا دس بجے سے سرپرست مرکز مفسر قرآن حضرت مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی آسان اور عام فہم انداز میں قرآن مجید کی تفسیر بیان فرمائیں گے، اور روزانہ بعد نماز ظہر ٹھیک دوپہر سوا دو بجے سلسلہ مسائل رمضان منعقد کیا جائے گا، اور ہر سنیچر فضائل رمضان و حالات حاضرہ کانفرنس منعقد ہوگی۔ تمام برادران اسلام سے کثیر تعداد میں شرکت کی خاص اپیل ہے۔

علماء سنہرے ماضی کی روشنی میں مستقبل کا لائحۂ عمل پیش کریں: مولانا عبداللہ قاسمی

جمعیۃ علماء وسط یوپی کے آن لائن اجلاس میں حالات سے مایوس یا مشتعل ہونے کی بجائے حکمت کے ساتھ حوصلے کے سبق کا عزم

کانپور: وقت وحالات سے مایوس یا مشتعل ہونے کے بجائے علمائے کرام اسلاف کی قربانیوں وسنہرے ماضی کی روشنی میں امت کے لیے مستقبل کا لائحۂ عمل پیش کریں یہ پیغام جمعیۃ علماء اتر پردیش کے نائب صدر مولانا امین الحق عبداللہ قاسمی نے جمعیۃ علماء وسطی اتر پردیش کی آن لائن میٹنگ میں خطاب کے دوران کیا، ملک کے بدلتے منظرنامہ میں بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری پر خطاب کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ اکابرین جمعیۃ کی ایمان افروز قربانیاں ہمیں مشکل سے مشکل حالات میں عزم و حوصلہ دیتی ہیں۔ مشکل حالات میں مسلمانوں کو مشتعل یا مایوس ہونے کے بجائے ماضی میں اکابرین کی قربانیوں سے روشنی لے کر امت کے لیے مستقبل کا لائحۂ عمل پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

مولانا نے کہا کہ ہمارا دشمن اسلام کی تاریخ سے بخوبی واقف ہے اور خاص سازش کے تحت مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن ہجومی تشدد، اشتعال انگیز بیان بازی یا اسلام سے متعلق اہم مسائل اٹھا کر مسلمانوں کے حوصلے توڑنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ایسے حالات میں ہمیں مایوس ہونے کے بجائے ہماری ذمہ داری ہے کہ پروپیگنڈہ منصوبوں کو خود سمجھیں اور ملت کی صحیح رہنمائی کریں۔

حالات پر مرثیہ پڑھنے کے بجائے یہ بات ذہن نشین کرنے کی ہے کہ پروپیگنڈہ کی دنیا میں چلائی جارہی مہم کا مسئلہ صرف مسلمان نہیں بلکہ اسلام ہے۔ ایسے میں ہمیں سازشوں کو سمجھ کر سنجیدہ طور پر کام کرنا ہوگا۔ مدارس، مساجد، مکاتب کے خلاف منصوبہ بندی کے تحت سازشوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش جاری ہے نظریاتی اختلافات کے باوجود پوری قوم کی نگاہیں آپ کی طرف ہیں تو ہماری ذمہ داری ہے کہ لوگوں کا اعتماد ٹوٹنے نہ پائے۔

جلسے میں لکھیم پور ضلع کے عالم دین مولانا اسلام الحق اسجد قاسمی کو جمعیۃ علماء وسطی اتر پردیش کا عبوری صدر منتخب کیا گیا۔ آن لائن انتخاب میں تمام اراکین نے اتفاقِ رائے سے اس فیصلے پر اپنی تائید کی۔ نومنتخب صدر نے ملکی حالات پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وقت و حالات سے ہمیں مایوس ہونے کے بجائے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح کے حالات وقتی ہوتے ہیں، جن سے ہمیں مایوس یا مشتعل ہونے کے بجائے حکمت وبصیرت کے ساتھ عزم وحوصلے کا پیغام دینا ہوگا۔ حالات کے تناظر میں ہماری ذمہ داری ہے کہ اضراب و بے یقینی کی اس فضا میں جمعیۃ علماء کے ذمہ دارانِ ملت کے لیے رہنما خطوط پیش کریں تاکہ معاشرہ سے بے یقینی کی صورتحال ختم اور ملت میں عزم و حوصلہ کے عناصر پروان چڑھ سکیں۔

میٹنگ میں اصلاحِ معاشرہ وتحفظ اوقاف کمیٹی کی کارکردگی پر غور وخوض کرنے کے ساتھ دونوں کمیٹیوں کے ذمہ داران سے دو ہفتہ کے اندر اپنے کاموں کی تحریری رپورٹ طلب کی گئی، اس کے علاوہ جن اضلاع میں دینی تعلیمی بورڈ کی تشکیل نہیں ہوسکی ہے ریاستی نائب صدر مولانا امین الحق عبداللہ قاسمی کی نگرانی میں شوال کی ابتدا میں ضلع سطح پر یونٹوں کا قیام عمل میں لانے کی تلقین کی گئی۔

آن لائن میٹنگ میں مولانا عبدالرب قاسمی فرخ آباد، مولانا عبدالجبار قاسمی ہردوئی، مفتی عبدالرحمٰن مظاہری لہرپور، مولانا مختار عالم مظاہری اناؤ، ڈاکٹر حلیم اللہ خاں کانپور، مولانا نورالدین احمد قاسمی، مفتی محمد اظہار قاسمی کانپور دیہات، مولانا محمد کلیم جامعی قنوج، مفتی محمد سلمان قاسمی باندہ، مولانا محمد مرشد قاسمی کوشامبی، مولانا مطیع الحق انظر لکھنؤ، حافظ محمد شہباز محمودی فتح پور مولانا احمد عبداللہ رسول پور مولانا محمد جمال قاسمی بارہ بنکی مفتی صہیب احمد قاسمی بہرائچ، مولانا سلطان احمد جامعی جالون، قاری عبدالمعید چودھری، مفتی اظہار مکرم قاسمی کانپور، مولانا اسماعیل قاسمی کانپور دیہاب، مولانا محمد عابد قاسمی اوریا، مولانا اعجاز احمد ندوی سیتاپور، ڈاکٹر سلمان خالد لکھنؤ، مولانا ذوالفقار نقشبندی فرخ آباد، مولانا شکیل الدین ندوی ہمیر پور، مولانا بلال احمد قاسمی سیتاپور، مولانا محمد شعیب مبین مظاہری باندہ، حافظ مصباح الدین باندہ، مولانا محمد عمران قاسمی شاہجہانپوری وغیرہ موجود تھے۔

مولانا اسلام الحق اسجد قاسمی جمعیۃ علماء وسط یوپی کے عبوری صدر منتخب

کانپور: جمعیۃ علماء وسطی اتر پردیش کے صدر عہدہ کا آن لائن انتخاب مولانا امین الحق عبداللہ قاسمی نائب صدر جمعیۃ علماء اتر پردیش کی نگرانی میں منعقد ہوا۔

زون کے جنرل سکریٹری مفتی ظفر احمد قاسمی نے بتایا کہ جمعیۃ علماء ہند کے آئین میں کوئی بھی عہدیدار دو مساوی عہدوں پر نہیں رہ سکتا ہے جس کے تحت سیّد محمد وزین ہاشمی صدر جمعیۃ علماء لکھنؤ نے جمعیۃ علماء وسطی اتر پردیش کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا ہے جس کی وجہ سے خالی صدر عہدہ کے لیے اراکین عاملہ نے لکھیم پور کے مشہور عالم دین مولانا اسلام الحق اسجد قاسمی کا نام عبوری صدر کے طور پر پیش کیا جس پر آن لائن اجلاس میں موجود سبھی اراکین نے متفقہ طور پر اپنی تائید پیش کر مولانا اسلام الحق اسجد قاسمی کو صدارتی عہدہ کی ذمہ داری سونپی۔

مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

مؤذن اذان اور جماعت کے طے شدہ وقت کا خیال رکھے

مکرمی! اصل مضمون سے قبل رحمۃ للعالمین کی چند احادیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمالیں:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے، حضرت معاذ بن جبل انصاریؓ نے اپنے ساتھیوں کو عشا کی نماز لمبی پڑھائی۔ ہم میں سے ایک آدمی نے علیحدہ نماز ادا کی۔ معاذ کو اس کی خبر دی گئی، تو انھوں نے کہا: وہ منافق ہے! جب اس آدمی کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوکر حضرت معاذ کی یہ بات بتائی۔ اس پر رسول اللہؐ نے حضرت معاذ سے فرمایا: اے معاذ! کیا تم فتنہ ڈالنے والے بننا چاہتے ہو؟ جب (عشا میں) لوگوں کی امامت کرو تو وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلَاهَا وَالنَّهَارِ اِذَا جَلَّاهَا وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشَاهَا کے ساتھ نماز پڑھا کرو۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی نماز پڑھائے، کیوں کہ جماعت میں ضعیف، بیمار اور بوڑھے (سب ہی) ہوتے ہیں، اور جب اکیلا نماز پڑھے تو جس قدر جی چاہے لمبی پڑھے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت انس بن مالک فرمایا: میں نے حضرت نبی کریمؐ سے زیادہ ہلکی لیکن کامل نماز کسی امام کے پیچھے کبھی نہیں پڑھی۔ آپ کا حال یہ تھا کہ اگر آپ بچے کے رونے کی آواز سن لیتے تو اس خیال سے کہ اس کی ماں کہیں پریشانی میں مبتلا نہ ہوجائے، نماز ہلکی کردیتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

عبداللہ بن ابوقتادہ انصاری اپنے والد حضرت ابوقتادہ انصاری سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو میرا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز لمبی کروں، لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو ہلکی کردیتا ہوں کہ مجھے اس کی ماں کو تکلیف دینا برا معلوم ہوتا ہے۔ (بخاری) حضرت ابومسعود کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں عشا کی نماز میں فلاں فلاں شخص کے طویل نماز پڑھانے کی وجہ سے شریک نہیں ہوتا۔ ابومسعود کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ کو وعظ میں اس سے زیادہ غصے میں نہیں دیکھا، آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! ہم میں سے بعض وہ ہیں جو دوسروں کو بھگاتے ہیں (نفرت دلاتے ہیں) اس لیے تم میں سے جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے، اس لیے کہ ان میں مریض اور بوڑھے اور حاجت مند لوگ بھی ہوتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

اسلام میں مسجد میں باجماعت نماز کی بڑی تاکید آئی ہے، اسی کے لیے اذان مشروع ہوئی۔ فی زمانا گھڑیوں کے حساب سے اذان و جماعت کا وقت مقرر کیا جاتا ہے، اس میں مصلیان اور ذمّیداران سب کے لیے آسانی بھی ہے۔ تقریباً تمام ہی مساجد میں مقررہ اوقات کی پابندی کی جاتی ہے، بلکہ یہ کہنے میں مضایقہ نہ ہوگا کہ وقت کا جتنا اہتمام اذان و جماعت میں کیا جاتا ہے، دنیا کے کسی شعبہ ہائے زندگی میں نہیں کیا جاتا لیکن بعض مقامات پر اس میں کوتاہی بھی پائی جاتی ہے، جس سے بہت سے مسائل پیدا اور اس کے اثرات دوررس ہوتے ہیں۔ نماز کا خشوع وخضوع غارت ہوتا ہے، وہ الگ۔ اس لیے اول تو جماعت کا وقت مقرر کرنے میں اہلِ محلّہ کی رعایت ضروری ہے۔ لیکن بعض امام اپنی سہولت کے اعتبار سے ایسا وقت مقرر کرتے ہیں کہ وہ جلد سے جلد فارغ ہوکر گھر چلے جائیں۔ بعض مرتبہ اس جلد بازی میں اذان بھی وقت داخل ہونے سے قبل ہی دے دی جاتی ہے۔ جب کہ شریعت کی رُو سے ایسی نماز بغیر اذان دیے پڑھی گئی نماز شمار ہوتی ہے۔

بعض مسجدوں میں ڈھائی گھنٹوں میں عصر، مغرب اور عشا تین نمازیں ادا کرلی جاتی ہیں، صرف اس لیے کہ امام صاحب گھر جلدی جاسکیں۔ جب کہ اس دوڑتی بھاگتی زندگی میں اہل محلّہ کے لیے ڈھائی گھنٹوں میں تین نمازوں کے لیے حاضر ہونا، ایک مشکل امر ہے۔ تکبیرِ اولیٰ کا اہتمام کرنے والے بعض حضرات خاص طور سے اس میں حرج محسوس کرتے ہیں، لیکن ذمیداروں کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔

اسی طرح جماعت کا وقت پانچ بجے طے ہے اور امام بلاشدید عذر یا بار بار اس میں تاخیر کرے تو اس کا اثر بہت دور تک جاتا ہے اور بہت سارے لوگ اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ نوکری پیشہ اشخاص، جو اپنے مالک سے پندرہ منٹ کہہ کر جماعت میں حاضر ہوتے ہیں، جب وہ بیس منٹ کے بعد لوٹتے ہیں تو انھیں مالک کے عتاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور آگے سے مالک اسے نماز کے لیے اجازت دینے سے کتراتا ہے۔ ایک امام صاحب کے بار بار جماعت میں تاخیر کرنے پر مضمون نگار سے ایک ایم بی اے کے طالب نے کہا تھا کہ ہم لوگ اپنے کالج سے اتنا وقت لے کر مسجد آتے ہیں، اور امام صاحب اس سے دیر کردیتے ہیں، اس کی وجہ سے ہمیں کالج والے نماز کی اجازت دینے سے ہچکچاتے ہیں۔

ممبئی جیسے شہروں میں جہاں اکثر آبادی لوکل ٹرین سے سفر کرتی ہے۔ اس کا اپنا نظام الاوقات ہوتا ہے۔ دو تین منٹ کی دیری سے بعض مرتبہ پورا نظام چوپٹ کردیتی ہے۔ ممبئی والے گھر سے نظام بنا کر چلتے ہیں کہ اتنے بجے فلاں کام سے فارغ ہوکر فلاں وقت کی ٹرین لے لیں گے۔ ایسے میں چند منٹ بھی اِدھر یا اُدھر ہوجانے سے بہت فرق پڑتا ہے۔ اگر جماعت میں تاخیر اس کا سبب بننے لگے، تو لوگ دھیرے دھیرے مسجد سے کٹنے لگتے ہیں۔ بعض اماموں کا یہ عذر ہوتا ہے کہ ہمیں نماز پڑھانے کے علاوہ مسجد کے دیگر انتظامی امور انجام دینے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ عذر درست نہیں۔ اکثر مساجد میں اذان و جماعت طے شدہ وقت پر ہی ہوتی ہے۔ مسئلہ وہاں پیش آتا ہے جہاں تساہل اور غفلت کو راہ دی گئی ہو۔ پھر جو لوگ اپنے کام کاج چھوڑ کر مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے آتے ہیں، وہ سب بھی اپنی زندگی میں کچھ نہ کچھ کر رہے ہوتے ہیں۔ اس لیے جماعت کا ایک وقت طے ہوجانے کے بعد اس کا خیال رکھنا سب کی ذمّے داری ہے۔ مسجد کا ٹرسٹی بھی اس کے خلاف کرنے کا مجاز نہیں۔

اکثر مؤذنوں کو اوقاتِ نماز کے مسائل کا علم نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اذان کے لیے سستے سے سستا آدمی تلاش کیا جاتا ہے۔ وہ اپنی لاعلمی اور جہالت کے سبب بے وقت اذان دیتا ہے۔ مغرب میں چوں کہ موسم کے اعتبار سے ایک ایک منٹ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، اس لیے اس میں خصوصی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر مؤذن نے مغرب کی اذان وقت سے پہلے دے دی تو اس سے خواتین کا زیادہ نقصان ہوگا۔ عام مزاج اذان سن کر روزہ افطار کرنے کا ہے، اگر خواتین اپنے قضا کے روزے رکھ رہی ہوں، اور مؤذن احتیاط کے دو تین منٹ گذارے بغیر غروبِ آفتاب کا وقت ہوتے ہی اذان دے دے اور گھروں پر روزہ کھولنے والے اس کی اذان سنتے ہیں روزہ کھول لیں تو ان کے (باقی صـ۱۴ پر)

ALJAMIAT (URDU WEEKLY) NEW DELHI
Publishing Date: 1 April 2022

Postal Registration No. DL(C)-01/1267/2021-23
Posting Days MON. TUE. at N.D.P.S.O. New Delhi
R.N.I. 38985/82

منظر پس منظر ـــــــــــــــ عارف عزیز، بھوپال

• قرآن کریم امت کیلئے دستور العمل ھے

• اتحاد کی دعوت قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن کریم امت کے لئے دستور العمل ھے

قرآن حکیم خدائے تعالیٰ کے الفاظ میں ہمارے لئے زندگی کا دستور العمل اور ہدایت نامہ ہے اور نزول کے وقت سے لیکر آج تک اور آج کے بعد قیامت تک ہر دور نیز ہر حالت میں انسانوں کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے۔ دوسری مذہبی کتب خواہ وہ کتنی ہی مفصل اور واضح کیوں نہ ہوں لیکن ان کی عمر محدود ہوتی ہے۔ ہر مصنف اپنے زمانے کے حالات کے مطابق اظہار خیال کرتا ہے، زمانے کی تبدیلی اور حالات کے انقلاب کے بعد یہ مشورے بعد از وقت ہوجاتے ہیں تاہم چودہ سو برس کی اسلامی تاریخ دنیا کے سامنے ہے اس کا سرسری مطالعہ کرنے سے یہی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انسانی فکر ایک منزل تک ہی کام کرسکتی ہے کیسے کیسے جلیل

قرآن کریم کی تفسیر پر جن لوگون کی نظر ہے اور جو مسلمانوں کی ذہنی اور فکری تاریخ پر بھی نگاہ رکھتے ہیں وہ بہتر طور پر جانتے ہیں کہ کس طرح حیرت انگیز طور پر اس کتاب مبین نے زندگی کے الجھے مسائل کو حل کیا اور بھٹکے ہوئے ذہنوں کو ہدایت کی راہ دکھائی جس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ مالک دوجہاں کی نظر میں ماضی کی طرح مستقبل بھی روشن ہے۔

القدر اور نامور مصنف دنیا کی تاریخ میں گزرے ان کے علمی کارنامے، فنی تخلیقات، عالمانہ نکتہ سنجیاں اور حکیمانہ دقیقہ رسی اپنے عہد میں بے مثل تصور کی جاتی تھی مدتوں ان کا نام صحت فکر اور سلامتی رائے کا ضامن سمجھا جاتا تھا۔ عام طور پر یہی خیال کیا جاتا تھا کہ جو رائے یہ ظاہر کرتے ہیں وہ عین حقیقت ہے اس کے خلاف نہ کوئی بات صحیح ہے نہ صحیح ہوسکتی چنانچہ عرصہ دراز تک عوام الناس آنکھیں بند کئے ان کی پیروی کرتے رہے لیکن زمانے کے دھارے میں تبدیلی ہوئی یا فکر وخیال میں انقلاب رونما ہوا تو عقل وشعور نے بھی نت نئی راہیں تلاش کیں اس وقت یہ تسلیم شدہ محقق، مصنف اور مدبر اپنی حیثیت برقرار نہ رکھ سکے۔ بڑے بڑے ماہرین فن کی نکتہ سنجی اور دقیقہ رسی بازیچہ اطفال قرار پائیں جس طرح ان کا کمالِ فن ایک زمانے میں مسلم تھا اسی طرح ایک اور دور وہ بھی آیا کہ ان کی کوتاہیوں پر انگلیاں اٹھنے لگیں۔ یہی وہ پس منظر ہے جس میں پورے زور کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ انسانی فکر وخیال کی عمر کافی محدود ہوتی ہے اس کا اثر ایک وقت تک رہتا ہے اور جب حالات میں تبدیلی آتی ہے تو یہ خیالات افکار پارینہ کا درجہ حاصل کرلیتے ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی سو فیصد حقیقت ہے کہ کتاب اللہ نے ہر دور اور ہر عہد کے پیچیدہ اور مشکل مسائل میں رہبری کا کام انجام دیا ہے۔

قرآن کریم کی تفسیر پر جن لوگون کی نظر ہے اور جو مسلمانوں کی ذہنی اور فکری تاریخ پر بھی نگاہ رکھتے ہیں وہ بہتر طور پر جانتے ہیں کہ کس طرح حیرت انگیز طور پر اس کتاب مبین نے زندگی کے الجھے مسائل کو حل کیا اور بھٹکے ہوئے ذہنوں کو ہدایت کی راہ دکھائی جس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ مالک دوجہاں کی نظر میں ماضی کی طرح مستقبل بھی روشن ہے اس لئے ہر مشکل کا حل اور ہر سوال کا جواب اس نے اپنے آخری ہدایت نامے یعنی قرآن پاک میں محفوظ کردیا ہے اور انسان اپنی فہم وبصیرت کے مطابق اسے سمجھتا ہے۔ پہلی صدی ہجری سے لیکر اس پندرہویں صدی ہجری تک کیسے زبردست ذہن اور فکری تغیر ہوئے ہیں معیشت سے لیکر معاشرت تک کیا کیا انقلابات نہ برپا ہوگئے لیکن قرآن حکیم جس طرح اس وقت زندگی کا دستور العمل تھا اسی طرح آج بھی ہے پہلی صدی کے سادہ مزاج انسان جہاں اپنے مسائل کا حل اس میں پاتے تھے اسی طرح آج کے متمدن اور نئے علوم وفنون سے آراستہ مفکرین کو اپنے عہد کے مسائل کا حل اس میں مل سکتا ہے۔

اس تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید ہر وقت ہماری فکر وتوجہ کا مرکز رہنا چاہئے مسلمانوں نے اپنے عروج واقبال کے دور میں اس کی طرف پوری توجہ کی تو محیر العقول کارنامے انجام دیئے فی الوقت مسلمان جس دور سے گزر رہے ہیں اس میں بھی یہی کتاب ان کے لئے روشنی اور بصیرت فراہم کرسکتی ہے۔

اتحاد کی دعوت قرآن کریم کی روشنی میں

عصر حاضر میں قوم مسلم کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دین کے کسی بھی شعبہ سے منسلک ہے، وہ اپنے ہی شعبہ کو مکمل دین سمجھ کر دیگر تمام شعبوں سے قطع نظر کرلیتا ہے اور آیت "ہر گروہ کے لوگ اسی پر سرمست ہیں جو ان کے پاس ہے" کا مصداق ہوجاتا ہے۔

صاحب تیسیر القرآن اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: انبیائے کرام علیہم السلام کی شریعت میں زمان ومکان کی وجہ سے احکامات میں فرق ہوا کرتا تھا؛ لیکن ان کا دین ایک اور اس دین کے کچھ بنیادی اصول یکساں تھے جیسے توحید، قیامت، اکل حلال، عمل صالح۔ لیکن لوگوں نے اصولِ دین میں اختلاف کرکے سیکڑوں فرقے بنالیے اور ان فرقوں میں بھی آپسی انتشار ورنجش کے شعلے اس قدر بھڑکے ہیں کہ باہمی محبتیں خاکستر ہوگئیں اور نفرتوں کی اونچی اونچی عمارتیں تعمیر ہوگئیں۔

صاحب تیسیر القرآن آگے تفسیر کرتے ہیں: ان کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا لازمی نتیجہ ہے کہ جب کوئی شخص ہر حال میں اپنے گروہ کو قائم رکھنے پر اڑ جاتا ہے تو اس کے دل میں حقیقت کی تلاش وجستجو کا جذبہ ناپید ہوجاتا ہے اور اسے اپنے ہی شعبہ کی ہر بات بھلی معلوم ہوتی ہے اور وہ اسی پر خوش وخرم رہتا ہے حالانکہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایسا معلم بنا کر مبعوث فرمایا ہے کہ گمراہ کو راہ راست کی راہنمائی کرے۔ اللہ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان کیا جب اس نے ان میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا، جو ان پر اس کی آیات پڑھتا، انہیں پاک کرتا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے قبل یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔" (آل عمران ۱۶۴)

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "اے ہمارے رب! ایک ایسا پیغمبر مبعوث فرما جو آپ کے کلام کی تلاوت لوگوں کو سنائے، آپ کی کتاب وحکمت کی تعلیم دیوے اور لوگوں کے قلوب کا تزکیہ یعنی پاکی وصفائی کردے۔" (البقرۃ ۱۲۹)

حضرت سید عشرت جمیل میر نے اپنے پیرو مرشد مولانا شاہ حکیم محمد اختر خلیفہ مجاز محی السنہ مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ سے خزانہ جمع کرتے ہوئے اپنی کتاب 'بعثتِ نبوت کے مقاصد' میں مدارس ومکاتب کے قیام ونفاذ کی طرف اشارہ ہے۔

صاحب تفسیر روح المعانی علامہ آلوسی بغدادیؒ نے "یعلمھم الکتاب" کی تفسیر "یفھّمھم الفاظہ" یعنی جو قرآن کے الفاظ کو سمجھائے اور اس سے عربی درجات کی تعلیم کا ثبوت ہے۔ "ویبین لھم کیفیۃ ادائہ" اور ہر لفظ کی کیفیتِ ادا کو سمجھائے اور اس سے درجہ تجوید وقرأت کا ثبوت ملتا ہے، اور اگر اسے حدیث کے باب میں دیکھیں تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "القرآن نزّلہ علیٰ سبعۃ احرفٍ" یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو سات لغات پر نازل فرمایا ہے اور اس حدیث سے قرأت سبعہ مراد ہیں۔ "ویبلغ الیھم احکامہ" یعنی اس کے احکامات لوگوں تک پہنچا دیوے اور اس سے تبلیغ کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا "ایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک" کہ اے نبی جی! جو کچھ بھی آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیجئے، اور "ویزکیھم" سے خانقاہوں کے قیام ونفاذ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اس میں گندے دل کو صاف کیا جاتا ہے، خدا کے عشق ومحبت سے لبریز کیا جاتا ہے اور "لاالٰہ" کے ذریعے تمام آلائشات وغیر اللہ کو دل سے خالی کیا جاتا ہے اور "اللہ اللہ" کے ذریعے خدا کی وحدانیت وکبریائی کی شناخت سے دل کو پرنور کیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے خانقاہوں کو مصفی ومزکی کا مرکز بھی کہا جاتا ہے۔

"الحکمۃ" کی تفسیر صاحب تفسیر روح المعانی علامہ آلوسی بغدادیؒ کرتے ہیں: "حقائق الکتاب و دقائقہ" یعنی وہ معلم

دین ایک جسم اور اس کے شعبے اعضائے جسمانی کے مانند ہیں اگر جسم کے کسی بھی عضو میں تکلیف ہو تو پورا جسم بے قابو ہوجاتا ہے، اسی طرح دین کے کسی بھی حصے میں کمی آئے تو تمام شعبے بے قابو ہوجاتے ہیں اور دین میں کمزوری پیدا ہوجاتی ہے، اس لئے لازم ہے کہ ہم فرقوں میں نہ بٹیں، اور اتحاد واتفاق کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں۔

کتاب اللہ کے حقائق واسرار وحکم اور اس کی باریکیاں بتائے "طریق السنۃ" جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا طریقہ سکھلائے اور سنت کا ہر طریقہ حکیمانہ ہے۔

دین ایک جسم اور اس کے شعبے اعضائے جسمانی کے مانند ہیں اگر جسم کے کسی بھی عضو میں تکلیف ہو تو پورا جسم بے قابو ہوجاتا ہے، اسی طرح دین کے کسی بھی حصے میں کمی آئے تو تمام شعبے بے قابو ہوجاتے ہیں اور دین میں کمزوری پیدا ہوجاتی ہے، اس لئے لازم ہے کہ ہم فرقوں میں نہ بٹیں، اور اتحاد واتفاق کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں دین ودنیا کی کامیابی اسی میں مضمر ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔

خالد تمام جسم سے رشتہ ہے درد کا
کیسے بتاؤں کہ ٹوٹے ہیں کتنے کہاں سے ہم ☐☐

جمعیۃ علماء ہند کے محترم صدر اور دار العلوم دیوبند کے معاون مہتمم
امیر الہند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصورپوری نور اللہ مرقدہٗ
کی حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کا
امیر الہند رابع نمبر
اپنی پوری شان کے ساتھ منظر عام پر آچکا ھے
صفحات: ۸۱۲ — سائز: ۲۳×۳۶/۸ — قیمت -/800
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ہفت روزہ الجمعیۃ انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، لاگ آن کریں: www.aljamiat.in
رابطہ: 9811198820 ای۔میل: aljamiatweekly@gmail.com

ضروری اعلان

آپ براہِ کرم مدتِ خریداری ختم ہوتے ہی زرِ سالانہ ارسال فرمائیں۔ خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
ادائیگی کے طریقے: 1 بذریعہ منی آرڈر
2 Paytm یا PhonePe کے ذریعہ 9811198820 پر
ALJAMIAT WEEKLY
3 آن لائن ادائیگی کیلئے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل
A/c. 912010065151263
Axis Bank, Branch: Chitranjan Park, N.D.
IFS Code : UTIB0000430

شرح خریداری

سالانہ	200/-
ششماہی	100/-
فی پرچہ	5/-
پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے	2500/-
دیگر ممالک کے لئے	3000/-

رابطہ: منیجر ہفت روزہ الجمعیۃ مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
فون: 011-23311455

Printed & Published by Mohammad Taiyab Khan on behalf of Jamiat Trust Society printed at Shervani Art Printers, 1480, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-6 and Published from Madani Hall,1, Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110002. Editor MOHD. SALIM, Ph. No. 23311455, 23317729, Fax No.: 23316173.

Designing & Composing: HUMRAN AZMI